دھابے دھوڑے

حسن رضا گردیزی

Scanned with CamScanner

مصنف : حسن رضا گردیزی

کتاب کا نام: دھابے دھوڑے

پریس : ہمدرد پریس

پبلشر: محمد جمیل

قیمت: پچاس روپے

شعر نہ تحقیقاں دا حاصل شعر نہ علم کوں گولے

شعر تنڑاداں رُوح دیاں چھکّے شعر کتاب نہ پھولے

فہرست عنوانات

نمبر شمار	فہرست عنوانات	صفحہ نمبر
۱	العلم حجاب الاکبر	۴۵
۲	بندی خانہ	۴۷
۳	وچھوڑا	۵۰
۴	فدار	۵۲
۵	مجبوری	۵۴
۶	تنہائی	۵۶
۷	تیڈیاں یاداں	۵۸
۸	بحضور عشق	۶۰
۹	سرکس	۶۱
۱۰	تیڈے باجھوں	۶۲
۱۱	حضرت بہاؤالدین زکریاؒ	۶۳
۱۲	چٹے بدل	۶۵
۱۳	میاں مٹھو	۶۷
۱۴	اج دی رات	۶۸
۱۵	اقبال	۷۲
۱۶	انتظار	۷۴
۱۷	تیڈے بغیر	۷۵
۱۸	شعر تے شاعر	۷۶
۱۹	پرانا قلعہ	۷۷
۲۰	شرمندگی	۷۹
۲۱	نوکر دا بچہ	۸۱
۲۲	ترجمہ غزل امیر خسرو علیہ الرحمتہ	۸۳
۲۳	دل دے راز	۸۴
۲۴	اوکھا پینڈا	۸۶
۲۵	سنجیاں سالہیں	۸۸
۲۶	ڈونگریاں	۹۰
۲۷	کچا بیٹ	۹۲
۲۸	اظہار	۹۴
۲۹	سوچاں	۹۵
۳۰	رات دا راہی	۹۶
۳۱	تھل دیاں کھجیاں	۹۹
۳۲	بت پرست	۱۰۱
۳۳	حضرت خواجہ غلام فریدؒ	۱۰۳
۳۴	اے انسان	۱۰۵
۳۵	اپنڑے وطناں تے	۱۰۷
۳۶	لکھ شکرانے	۱۰۹
۳۷	قیدی سوچاں	۱۱۱
۳۸	نتیجۂ نظم	۱۱۳
۳۹	ترجمہ غزل از اقبالؒ	۱۱۵
۴۰	آدم دی اولاد دیاں نظراں	۱۱۶
۴۱	اج توں لکھاں صدیاں پہلے	۱۱۹
۴۲	چھنھاں دیاں لہراں	۱۲۱

پیش لفظ

پروفیسر عاشق محمد خان درانی، صدر بزم ثقافت ملتان

بزمِ ثقافت ملتان انتہائی فخر وانبساط کے ساتھ جناب سید حسن رضا گردیزی صاحب کی سرائیکی نظموں کے پہلے مجموعے کو منظرِ عام پر لا رہی ہے۔ موصوف کی ذات گرامی محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ انہیں فارسی زبان کے ساتھ گہری دل بستگی اور انگریزی ادب کے بیکراں مطالعے نے مشرقی اقدار سخن کی لطافتوں کے علاوہ شعر و ادب کے جدید رجحانات سے کماحقہ، متعارف کرایا ہے اور اس کے نتیجے میں انہوں نے سرائیکی نظم کے لئے نئی راہیں متعین کی ہیں۔

علامہ الیاس عشقی کے بصیرت افروز دیباچے اور ڈاکٹر شیکل کے مختصر انگریزی تعارف کے بعد میرے لئے کوئی جائے تنقید باقی نہیں رہی۔ لیکن اس دعوے کی تائید میں کہ جناب حسن رضا گردیزی سرائیکی زبان کے عظیم نظم گو شاعر ہیں۔ میں ان کی چند نظموں کے اقتباسات قارئین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

جس طرح ورڈزورتھ انگریزی ادب میں منظر نگاری اور خصوصاً فطرتی مناظر کی عکاسی میں منفرد مقام رکھتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی بہتر انداز میں حسن رضا گردیزی صاحب کا کلام سرائیکی بولنے والے علاقوں کے ماحولکی تصویر کشی میں کمال دسترس کا حامل ہے۔ ان کی نظم "کچے بیٹ" میں دریائی علاقوں کے صبح کا منظر کیسا دلفریب ہے۔

Scanned with CamScanner

پار جنھاں دے کجھ بیٹ اچ
فریں کال کڑچھی بولے
روح دا چین نگاہ دی ٹھادل
نتری صاف ہوا دے جھولے
سیھ دیاں کرناں بدلے دے وچ
رنگ برنگی بانڑے کھولے
پانڑھی دیاں پھاٹاں نے پاتے
رتے، ساوے، پیلے، چولے
کھجیاں دے کجھ آیر نظر دن
سامنڑے دور سیاہیاں اُولے

والٹر ڈی لارڈ میئر انگریزی ادب کا وہ عظیم شاعر ہے جسے تصوراتی پراسرار منظر نگاری نے شہرت دوام بخشی ہے۔ جناب حسن رضا گردیزی صاحب کی نظموں میں ایسے تصوراتی اور پراسرار مناظر جگہ جگہ پر ملتے ہیں۔ "سنجیاں سالھیں" کی نظم میں ملاحظہ ہو یہ پراسرار مناظر۔

آہدن پچھلی رات دے ویلے
جاں اے ریت دے ٹبے ٹھردن
لھندے چن دیاں پیلیاں کرناں
سنجیاں سالھیں وچ آوڑدن
اسماناں توں پوہڑیاں لا کے
کئی ان جانڑ دن بندے لھندن
اوے ڈو کھجیاں لوڈے کھاندن

گھنگھرو تے پازیباں وجدن
پیلا چن تے بُڈھ دے تارے
جھمریں پیندن، وجد اچ آندن
لیکن جان دل پو پھٹڑی اے
اے سب روزگاں ویندیاں رہندن
انہاں سنجیاں سالھیں وچوں
رونون دیاں آوازاں آندن

ایک اور نظم جن کا عنوان "تنہائی" ہے اس میں جناب گردیزی صاحب اپنی تنہا راتوں کے پر کیف تاثرات کو یوں بیان کرتے ہیں

میڈے گھر نور دی برسات دے موسم ہوندن
رات کوں عرش توں پریاں دے کھٹولے لھندن
ساز پازیباں دی جھنکار دی لے تے وجدن
میڈی تنہائی دے غمخوار تے ساتھی آندن
سامنڑے تخت تے اقبال تے رومی ہوندن
میڈے پاسیاں اوتے عرفی تے نظیری ہوندن

مشرق کے ادب میں دنیا کی بے ثباتی کے موضوع پر بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے۔ صوفیائے کرام کے علاوہ فارسی ادب میں تقریباً تمام معروف شعراء نے اس ضمن میں بہت کچھ لکھا ہے۔ حافظ شیرازی کے اس شعر

شب صعبت غنیمت داں کہ بعد از روزگار ما
بسی گردش کند گردوں، بے لیل و نہار آرد

Scanned with CamScanner

کے پڑھنے کے بعد جناب گردیزی صاحب کے تاثرات اس ضمن میں اُن کی نظم "لج دی رات" میں قابل ملاحظہ ہوں۔

تیڈے میڈے بعد وی جانی آسن لکھ بہاراں
رنگ تے نور دیاں پینگھاں پوسن ساون مینگھ ملہاراں

تیڈے میڈے بعد وی جانی نوری راتاں آسن
ساڈے وانگ محبت والے چندر تلے آ باہسن
کیہڑا ساکوں یاد کریسی کہیں کوں کیہڑی پوسی
تیڈا میڈا ایں دنیا تے نام و نشان نہ ہوسی

غرضیکہ حسن رضا گردیزی کی نظمیں مشرق اور مغرب کے حُسن کی آئینہ دار ہیں۔ جب بھی سرائیکی ادب کے ارتقاء کی تاریخ لکھی جائے گی۔ حسن رضا گردیزی کا نام سنہرے الفاظ میں مرقوم ہو گا۔ انشاء اللہ

پروفیسر عاشق محمد خان درانی (ملتان)

دھابے تے دھوڑے

تحریر:۔ الیاس عشقی

غوث بہاؤالحق زکریا علیہ الرحمتہ کی نگری اور پاکستان کے قدیم شہر ملتان میں اپنی زندگی کے بہترین تین سال گزارنے کے بعد جب میں سوچتا ہوں کہ میں نے ادبی اعتبار سے کیا حاصل کیا تو جواب ملتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی کے سرمائے میں تین دوستوں کی یادوں کا اضافہ کیا ہے۔ وہ دوست ہیں اردو کے شاعر اسلم انصاری، فارسی شاعرہ زبیدہ صدیقی اور نرم و شیریں زبان کے شاعر محترم دوست سید حسن رضا گردیزی جنہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے نہ صرف سرائیکی شاعری کے سرمائے میں اضافہ کیا ہے بلکہ نئے رجحانات اختیار کر کے نئی منزلوں کی طرف جانے والے نئے راستے بھی دریافت کئے۔ زبیدہ صدیقی کی فارسی شاعری کے متعلق میں کہیں اظہار خیال کر چکا ہوں اور اب سید حسن رضا گردیزی کی شاعری پر لکھتے ہوئے میں خوشی کے سات فخر بھی محسوس کرتا ہوں۔

سید حسن رضا شاہ گردیزی ملتان کے مشہور سیدوں کے خانوادے کے ایک سر بر آوردہ فرد ہیں اور اس خاندان کے علمی اور ادبی ورثے کے سب سے زیادہ نمایاں نمائندے ہیں۔ شاہ صاحب سرائیکی تہذیب کا بہترین نمونہ، شرافت وضع داری، خوش مزاجی، مہمان نوازی اور انکسار کی

Scanned with CamScanner

اعلیٰ اخلاقی اقدار کے علمبردار ہیں فارسی، اردو اور سرائیکی، شاعری کا بہت اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ بہت اچھے مقرر اور شیریں کلام شاعر ہیں۔ سرائیکی زبان ان کے گھر کی بولی ہے اور ان کا گھر اس بولی کے معیار کی ضمانت ہے۔ جن صاحبان نے سید حسن رضا کو سرائیکی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سرائیکی زبان کتنی نرم شیریں اور پر اثر زبان ہے۔ شاہ صاحب ملتان کی مجلسی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اپنی باغ و بہار طبیعت، اپنے ادبی چٹکلوں اور منتخب اشعار کی آمیزش سے ہر محفل کی جان بن جاتے ہیں۔ شاہ صاحب بچوں میں بچے، اور جوانوں میں جوان ہیں۔ لیکن بوڑھوں میں بوڑھے نہیں ہیں۔ یوں ہر رنگ میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ طبیعت شاعرانہ پائی ہے۔ ساری زندگی شاعری کو تفریح اور مجلس کو گرم کرنے کے لئے استعمال کرتے رہے۔ شاعری کا ذوق بہت نکھرا اور ستھرا ہے اور زندگی بھر شاعری سے گہری دل چسپی رہی ہے۔ فارسی اور اردو شاعری کے دلدادہ ہیں۔ حافظہ اتنا قوی ہے کہ اردو، فارسی اور سرائیکی کے کئی ہزار شعر شاہ صاحب کو یاد ہوں گے جن سے ضرورت کے مطابق اپنی گفتگو کو سنوارتے ہیں۔ سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے سرائیکی شاعری کی ابتداء کی اور تھوڑی ہی مدت میں اپنی شاعری کے ذریعے جدید رجحانات سے سرائیکی ادب کو روشناس کرایا اور ایک بلند پایہ شاعری کا معیار قائم کیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج حسن رضا گردیزی سرائیکی کے ایک نہایت ہی بلند پایہ شاعر ہیں۔

زبان کے اعتبار سے ان کی شاعری، اردو فارسی اور سرائیکی زبانوں کی بہترین روایت کا سنگم ہے۔ اور خالص سرائیکی زبان کی ایک بہترین مثال ہے۔ وہ وقت کے بنیادی اور اہم موضوع کا انتخاب کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی شاعری ایک نئے دور کی ایک نئی آواز بن گئی ہے۔ انکی بولی کا انداز عوامی ہوتے ہوئے بھی نیا اور دلکش ہے۔ وہ اپنی شاعری میں نرم اور شیریں لہجے کو ضرورت کے مطابق ایسے فن کارانہ انداز سے برتتے ہیں کہ زبان کا نیا انداز ان کی زبان کو سرائیکی زبان کے معیار اور اصلی کردار سے تجاوز نہیں کرنے دیتا۔ حسن رضا گردیزی کی طبیعت کو غزل سے بڑی مناسبت ہے۔ لیکن اس مناسبت کے باجود انہوں نے غزل بہت کم لکھی ہے۔ اصل میں وہ نظم کے مرد میدان ہیں اور ان کی طبیعت کا رچا ہوا تغزل ان کی نظموں کے تاثر کو اجاگر کرتا ہے۔ نظم میں حسن رضا گردیزی کی شاعری کا اصل جوہر نمایاں ہوتا ہے۔ ان کے خیال کا بہاؤ ان کی رواں دواں زبان کے ساتھ مل کر ایک ایسے لہجے کو جنم دیتا ہے جو شاعری کے تاثر کو دوبالا کر دیتا ہے۔

حسن رضا گردیزی اپنے پہلو میں ایک انسان دوست دل رکھتے ہیں جس میں غریبوں، لاچاروں اور مسکینوں کے لئے بے پناہ ہمدردی ہے۔ وہ انسان کے دکھ درد کو دیکھ نہیں سکتے۔ ان کا مشاہدہ اور احساس جب ان کے ہمدردی سے بھرے ہوئے دل اور ان کے بیدار دماغ سے گذر کر شعر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں میں وہی جذبہ، وہی احساس اور وہی ہلچل جاگ اٹھتی ہے۔ جو شاعر کے دل میں جاگزیں رہ

Scanned with CamScanner

چکی ہے۔ اور جو اس کے احساس میں تحریک پیدا کر کے ایسے شعر کہلواتی ہے جو قاری اور سامع کے احساس کو زندہ کر دتی ہے۔ مصیبت زدہ انسان کو دیکھ کر جس طرح وہ متاثر ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری میں اس کی نوعیت تبدیل نہیں ہونے پاتی۔ اس طرح انکی شاعری کے ایک حصے کو آہ سرد کی تفسیر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری کے پہلے مجموعے کو "دھابے تے دھوڑے" کا عنوان دیا ہے۔ لیکن ان کی شاعری کسی ایک عنوان کی پابند نہیں۔ اس میں زندگی کی سی وسعت ہے کیونکہ زندگی سے محبت اور احترام ہی نے ان کو شاعری پر اکسایا ہے۔

حسن رضا گردیزی کی نظم "نوکر دا بچہ" ایک سادہ لیکن بہت ہی پر اثر نظم ہے سادگی کے باوجود اس نظم کا ہر ہر لفظ آنسوؤں میں ڈوبا ہوا ہے اور یہ نظم مستقبل میں انسان کو بیدار اور خبردار رکھنے کی بھی ایک کامیاب کوشش ہے۔ اس نظم میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ ہر بڑے گھرانے کی داستان ہے۔ یہ واقعہ امیر اور غریب کے رشتے کی نوعیت کو اس طرح واضح کرتا ہے کہ ایک بار سن کر ایک ایسا تاثر قائم ہوتا ہے جسے مدتوں بھلایا نہیں جا سکتا۔ نظم ایسے سادہ اور بیانیہ انداز میں شروع ہوتی ہے کہ یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کی انتہا کیا ہو گی اور اس کی مار کہاں تک ہے۔ نظم روایتی انداز میں اس طرح شروع ہوتی ہے۔

"ہک بیوہ نوکر دا بچہ بھولا بھالا ترہیں ورھیاں دا۔ سر اچ مٹی، ننگ دھڑنگا، سر توں ننگا، پیروں ننگا، جم دیوں روندا، جم دیوں ڈکھا، چھوٹی عمراں پیاز دا بکھا، مادے پچھوں ٹر دا رہوے، سایہ تھی کے یھر دا رہوے،

ماء دی "جھولی کوں سدھراں دا، ڈھاندا پوندا تھڈے کھاندا۔" بچے کی ماں ایک مالدار گھر کی ملازمہ ہے۔ اس کو کام سے فرصت ہی نہیں ملتی کہ اپنے اکلوتے بچے کو ماں کا پیار دے سکے۔ وہ اس یتیم بچے کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے سخت محنت کرتی ہے۔ انتہائی جبر میں اپنے دل پر پتھر رکھ کر بچے سے بظاہر لاپرواہی برتتی ہے۔ یہ بے چاری جس تکلیف اور عذاب سے گذرتی ہے اسے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن آخر ماں ہے۔ جب ذرا سی فرصت ملتی ہے اور بچہ اس کے قریب آجاتا ہے تو اس کی حالت کیا ہوتی ہے۔ اس کا بیان شاعر کے الفاظ میں پڑھیئے۔

ماء نکلے تے کپڑے دھودے، ایہہ وی پچھوں آن کھڑودے۔ مامتا دا پرچھاواں گولے، دُھپ اچ ٹھڈیاں چھاواں گولے۔ گھر اچ ماء جے جھاڑو پھیرے۔ ایہہ وی پچھوں چاوے پھیرے۔ بھانویں ماء لکھ واری کھپے پچھوں آوے دھوڑاں جھپے۔

ماں اور بچہ دونوں مجبور ہیں لیکن ماں کی خاموشی اور صبر کا امتحان سخت ہے۔ بچے دا دل پیار تے منگے ماء نمانی بول نہ سنگے۔ بکھی مامتا جھولا کھا کے پلکاں تے دھوڑاں کوں چاکے۔ کہیں ویلے ماء گل چالاوے۔ اوں ویلے ڈوڑا کر لاوے۔

لیکن گھر کی مالکہ کے لئے تو ملازمہ صرف ملازمہ ہے۔ ماں اور انسان نہیں ہے۔ وہ جب دیکھتی ہے کہ ملازمہ اپنے بچے کو پیار کر رہی ہے تو غصے سے لال پیلی ہو جاتی ہے اور غریب بیوہ عورت پر برس پڑتی ہے۔

اچل چیت ہک بجلی ڈھاوے۔ بیگم گھر کوں سر تے چاوے "چوہرا

تیکوں شرم نی آندی اِن ڈھلکاں دی اُن پھلاندی۔ شام نہ تھی وی جھاڑو
ڈیندیں پال کھڈیندے لاڈ کریندے روز دامرنا نئیں بھنگیندا تیڈے کولوں
کم نئیں تھیندا۔ رکھ گھنساں کئی پئی نوکر کوں چھوڑ ڈے نوکری بھج ونج گھر
کوں۔

بے چاری مامتا کی ماری مجبور عورت کو مالکہ کا غصّہ اپنے معصوم بچّے پر اتارنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اور وہ اپنی ذلت کی جھلاہٹ اپنے پیارے بچّے پر ظاہر کرتی ہے اور مالکہ کے غصّے کو کم کرنے کے لئے یہ غریب اور لاچار عورت اپنے بچّے کو تھپڑ مارتی ہے اور بڑی عاجزی کے ساتھ مالکہ سے کہتی ہے۔

"بی بی"! میڈا کئی گھر کے نی۔" "خیر اتھاں وی لنگر کے نی"
"روٹی کھانویں، کپڑے پانویں" "کم دے ویلے بال کھڈاویں"

بے چاری مامتا کی ماری مجبور عورت غصے کا ہدف اپنے لختِ جگر کو بناتی ہے۔ وہ لختِ جگر جس کے لئے وہ اتنی ذلت برداشت کر رہی ہے اسے بے گناہی کی سزا اس طرح دیتی ہے۔

ایں منزل تے مامتا ہارے ماء بچڑے کوں چاٹاں مارے۔ جیہڑے ویلے مار کھڑودے۔ آپ وی روودے بال وے رووے۔

اس واقعہ کے بیان کے بعد شاعر اُن بچوں کی نفسیاتی کیفیت پر روشنی ڈالتا ہے جو ایسے ماحول میں پرورش پاتے ہیں اور ظاہر کرتا ہے کہ ایسے بچے بڑے ہو کر ایک خاص ذہنیت اختیار کرتے ہیں۔ جو سماج کے لئے خطرناک اور مہلک ہو سکتی ہے۔ شاعر کے بیان کی روانی زور بیان زبان کی سادگی ایسے مواقع پر قابل دید ہوتی ہے۔

جھڑکاں کھاندا، نیرو ہیندا، جے اے بچہ رہ گیا جیندا۔ ایہہ نبڑسی انسان دا دشمن، مال دا دشمن جان دا دشمن۔ ایں دے دلوچ رحم نہ ہوسی، ایہہ سڑکاں تے بندے کوہسی، بئے مُلکاں تے ونج وچیسی، ایہہ لوکاں دے بچے چے سی۔ اپنا بچپن یاد کریسی ایہہ ماڑیاں کوں بھائیں لیسی، جے کچھ ایں دے ہتھ اچ آیا، ایہہ بن سی عزرائیل دا سایہ۔

حسن رضا گردیزی جانتے ہیں کہ ایسے معاشرے میں جہاں امیر اور غریب کی ذہنیت میں اتنا خطرناک فرق نظر آتا ہے۔ مالدار طبقہ بھی اندر سے جھوٹا ہوتا ہے۔ اسی تضاد کو اپنی ایک لاجواب نظم "میاں مٹھو" میں حسن رضا گردیزی نے سچائی اور تاثر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جن لوگوں کو اپنے گھر میں طوطے پالنے کا تجربہ ہو گا وہ اس نظم کی خوبصورتی اور بھرپور طنز کو زیادہ آسانی سمجھ سکتے ہیں۔

پنجرے دے وچ میاں مٹھو مٹھڑے پول سُنڑاوے، کوئی اوکوں چوری گھتے، کوئی مغز کھپاوے، ہکا گابل کرے تے اوکوں سو واری دُہراوے۔ رج کھاوے دیاں ماراں طوطا انپڑا آپ بُھلاوے۔ ہک معمول پیکھی تھی کے بندیاں وانگ الاوے

جو آدمی طوطے کو بولنا سکھاتا ہے۔ طوطا اس کی نقل کرتے کرتے ایک دن انسان کی طرح بولنے لگتا ہے۔ بس اسی مقام سے شاعر اپنے اصل مقصد کی طرف لوٹتا ہے۔

لیکن جیہڑے ویلے بِلی پنجرے کولوں آوے
انپڑی اصلی بولی بولے اصل روپ دکھاوے
چنج کرے اسمان دے پاسے ٹیں ٹیں تے وس لاوے

Scanned with CamScanner

شاعر کیسے خوبصورت انداز میں فطرت پر روشنی ڈالتا ہے اور بتاتا ہے کہ فطرت اور جبلت کا بدلنا ممکن نہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ بہت سے انسان ایسے ہی طوطوں کی طرح ہوتے ہیں۔

ایویں سوکھے ویلے بندا سو سو ویس وٹاوے
تچے، ٹپے، درہکے، بھجے، پٹھیاں چنگیاں چاوے
وہسکی دے ڈو پیگ لڑا کے جاں بولن تے آوے
لینن مارکس تے انجلز دیاں ہر گاہل اچ گتیاں گادے
ناٹ چھکے نکٹائی دی، مزدوراں دے غم کھاوے
آخر ہر ہک گاہل انپیڑی، الحاد تے آن مکاوے

ایسے لوگ اس دور میں ایک مخصوص طبقے میں پائے جاتے ہیں جب ان کو زندگی میں تھوڑی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ تو ان کا حال بدل جاتا ہے۔ اور وہ پہچانے نہیں جاتے۔ حسن رضا گردیزی نے ان کو پہچانا اور ان کی نشاندہی کی ہے۔

پیسہ مکے یا بیماری گھر اچ ڈیرہ لاوے
کوئی یار قریب نہ ڈھکے جیہڑا حال ونڈاوے
کنبے ڈکے تھڈے کھاوے، قدم قدم تے باہوے

حسن رضا گردیزی نے دنیا کو بہت قریب سے دیکھا ہے ان کا خیال ہے کہ ساری بے انصافیوں، دکھوں اور تکلیفوں کے باوجود ایک پاک صاف اور اچھی زندگی گذاری جا سکتی ہے۔ لیکن وہ اس دنیا کو ایک "بندی خانہ" سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور اس "بندی خانے" میں سے وہ شاید باہر آنا بھی نہیں چاہتے۔ یہ "بندی خانہ" ایک بڑا قید خانہ بھی ہے۔ ایک پرانی

جھونپڑی بھی ہے اور انسانی جسم بھی جس میں شاعر کی روح تکلیفیں اور عذاب سہتی ہے لیکن اس سے اسے محبت بھی ہے۔ "بندی خانہ" ایک علامتی نظم ہے۔

ایں دنیا دا کھٹیا وٹیا میڈا بندی خانہ
یاد کراں تاں یاد نئیں آندا کتنے ڈینہہ تے کتنیاں راتیں
ایں بندی خانے وچ گزرن
ایں وی ہک ہک سلھ دی سانبھ کریندیں
صاف کریندیں پاک کریندیں
جھاڑو وڈیندیں

انسان نے اس دنیا کو سنوارنے کے لئے کیا کیا کچھ نہیں کیا۔ اس حقیقت کو شاعر نے بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد انسان کو دنیا سے جو انفرادی اور اجتماعی محبت ہے۔ اس کا اظہار اپنے خاص انداز میں کرتے ہیں۔

میں کافر نے انپیڑا بندی خانہ کعبہ جاتا
عمر گذاری ایں کعبے دے روز غلاف وٹیندیں
ایں دی چھنڈک پھوک دے کیتے
کوڑ فریب کمیندیں۔ سودھر تال کریندیں

اس کے علاوہ انسان کی مسلسل کوشش اور ایسے انسانوں کے مرتبے کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے اس بندی خانے کی تعمیر اور نگہداشت میں حصہ لیا ہے شاعر ایسے انسانوں کو لافانی سمجھتا ہے۔

Scanned with CamScanner

وقت دا فاصلہ میڈے کیتے بے مطلب بے معنی
حوراں جن فرشتے میڈی راہ تے ڈیوے بالن
میڈے کیتے سکدیاں راہواں جنت دیاں گلزاراں
میں نوری لاہوتی پکھی میڈیاں عرش اڈاراں
ول وی میکوں بھاون بندی خانے دیاں دیواراں

اس کے بعد انسان کی آزادی کے جذبے اور عزم کا ذکر بڑے اعتماد کے ساتھ کیا گیا ہے۔

جے تک دنیا قائم رہوے
جے تک چندر تے سورج چمکن
دل آہدے ایں بندی خانے دے وچ وقت گذاراں
اوکھا تھیواں تُھڈے کھاواں
قدم قدم تے بہہ بہہ رہواں
ہر حالت وچ جیویں کیویں
قید کولوں آزاد نہ تھیواں

لیکن یہ جھوٹی دنیا اور انسان کا فانی جسم وقت گزرنے کے ساتھ اپنی آخری منزل کی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔

ہنڑ ایں بندی خانے دے ایَریاں وچ لہہ گئے پازطی
سِوِی کھا گئی کڑیاں کوں شہتیر نہ چاون بارے
بُوہے ڈُھہ گئے، کندھیاں بُھر گیاں روشندان سدھارے
ڈھندے گھر کوں پشتی ڈے سن کیہہ تائیں چُونے گارے

اس پرانے گھر کی ایسی ابتر حالت ہوگئی ہے لیکن دنیا سے محبت کرنے

والے انسان اپنی فطرت سے باز نہیں آتے۔

ول وی ڈیرے لائی بیٹھاں
درُوہ دے جال کھنڈائی بیٹھاں
قیدی ہاں تے قید دے اندر
دین ایمان ونجائی بیٹھاں

اس کے بعد نتیجے کے خوف کا اظہار کرتے ہوئے نظم کو بڑے پر اثر انداز میں ختم کیا گیا ہے

ایں جھورے وچ مرداوینداں
بندی خانہ ترٹ نہ پووے
قید دی مُدت کُھٹ نہ پووے
ایں دنیا دا کھٹیا وٹیا میڈا بندی خانہ

اس نظم میں بیان نہ کرنے کے باوجود بڑی طاقتوں کی آپس میں جنگ انسان دوست طاقتوں کی آپس میں جنگ، انسان دوست طاقتوں کی کوشش امن، اور ہر قسم کی سیاسی، اقتصادی، بین الاقوامی کشمکش ایک علامتی انداز میں ظاہر کی گئی ہے۔ اور دنیا کے مستقبل کے بابت ان خطروں کا اظہار کیا گیا ہے۔ جن کی وجہ سے ساری دنیا میں خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ پوری نظم ایک علامت بھی ہے اور طنز بھی۔ اس نظم میں انسان کی جسمانی بیماریوں اس کے علاج کی کوششوں اور اس سلسلے مَیں کامیابیوں اور ناکامیوں کا بیان بھرپور طنزیہ انداز میں پایا جاتا ہے۔ اس کی علامت کا ایک رخ یہ بھی ہے۔

Scanned with CamScanner

ایسی سوچ والے انسان دنیا میں رہتے ہوئے اکیلے ہوتے ہیں۔ ان کی تنہائی میں ایک دنیا آباد ہوتی ہے۔ لیکن دنیا کو اتنی فرصت کہاں کہ ان اخلاقی قدروں کی بات سوچنے کا وقت نکال سکے جن سے یہ تنہا انسان اپنی نیا آباد کئے ہوئے ہیں۔

جب حسن رضا اپنی اس خیالی دنیا سے باہر آ کر دیکھتے ہیں کہ دنیا اپنی اس رفتار پر چل رہی ہے تو انہیں مایوسی ہوتی ہے اور وہ ایک کرب سے گزرتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں آج کی دنیا میں علم، ترقی کی معراج تک پہنچ چکا ہے۔ لیکن انسان اسی طرح مطلبی خود غرض اور شر پسند ہے۔ اور وہ علم اور سائنس کو اپنی تباہی اور بربادی کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

ایں تیڈے علم دی برکت ے کہ بے جان ہیں توں
ایہہ تیڈا علم ڈسیندا ہے کہ حیوان ہیں توں
ایہہ تیڈا علم ہے۔ چشماں، دی حیا دا دشمن
ایں تیڈے علم زیناں دے کلیجے پاڑے
ناگاساکی تے ہیروشیما دے جگے ساڑے
ایں تیڈے علم کوں فطرت دے اشارے کے نی
ایں تیڈے علم دیاں پلکاں تے ستارے کے نی
ایں تیڈے علم کوں کیا دید دی لذت دی خبر
ایں تیڈے علم کوں کیا درد تے فرقت دی خبر

ایسے علم کو حسن رضا گردیزی حجابِ اکبر سمجھتے ہیں جس سے انسان کی قدروں کو پہچاننے کی بجائے انسان جان بوجھ کر کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔ وہ علم جو انسان کے دل کو نور بخشتا ہے آج اس کی آنکھوں کا حجاب بن گیا

ہے۔

حسن رضا کی مایوسی اور ان کے دکھ کی وجہ یہ ہے کہ ان کا دل اور دماغ بیدار ہے۔ ایسی حالت میں ان کا نکتہ نظر وجودی نکتۂ نظر کے بہت قریب پہنچ جاتا ہے۔ ان کی ایک نظم "وچھوڑے" کے کچھ شعر اس حالت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ "شاعر کی رات" ساری دنیا کی رات بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

رات دا حال سنڑاواں تاں کلیجہ باندھے
رات سولاں تے عذاباں دے پٹوکے چاکے
ویڑھ گھن دی ہے میکوں چھل وانگوں
گھپ اندھاریاں دے سمندر ہوندن
ہر طرف مونجھاں دے طوفان گھر گھیر ڈسن
نہ کوئی لانگھا نہ راہ
جھا گنڑاں پوندا ہے ہک درد دا دریا میکوں جھاگ گھِن داں تاں فِر تھیندی اے

ایسی گھپ اندھیری رات جو دنیا کا مقدر بن چکی ہے، شاعر کے دل میں امید کی روشنی کو مدھم کرتی ہے اور وہ سوچنے لگتا ہے کہ کوئی ایسی دنیا بسانی چاہیئے جہاں اجالا ہی اجالا ہو۔ اسی دنیا کے تصور میں وہ چاہتا ہے کہ اس کا محبوب اس کے ساتھ اس خود غرض دنیا کو چھوڑ کر ایک ایسی دنیا بسائے جس میں امن و آشتی کا دور دورہ ہو

دور ہک وستی سُنڑیندی اے نصیباں والی

Scanned with CamScanner

ایں مصیب بھری دنیا دے کناریاں توں پرے
جتھاں ہر شاخ توں ملہار دے نغمے جھڑدن
جتھاں ہر شام کوں پریاں دی سبھا نچدی اے
جتھاں ڈوہونٹ محبت دے پیاسے ملدن
جا نجھراں پیراں دے وچ پا کے فضا نچدی اے
جتھاں انسان دی، انسان تے بیداد نئیں
جتھاں ہنجوں نئیں چیکاں نئیں فریاد نئیں
جتھاں ہر چیز اے سانجھی کوئی تقسیم نئیں
ہک دی توہین نئیں ڈوجھے دی تعظیم نئیں
جتھاں انسان دا دشمن نئیں انسان، چلوں!
آمیڈی جان چلوں!!

یہ زندگی سے فرار نہیں بلکہ امن و امان اور راحت سے بھری ہوئی زندگی کی تلاش کا احساس ہے۔ جس کی تہہ میں انسان کی بہتری کی تمنا کا جذبہ موجود ہوتا ہے جو شاعر کو جاگتے میں خواب دکھاتا ہے۔ ان خوابوں میں بھی شاعر مجبور انسانوں کی دکھ بھری زندگی کو بھول نہیں سکتا۔ اور اپنے محبوب کی موجودگی میں بھی دنیا کے پرفریب اور شر انگیز ماحول کے خیال سے باز نہیں رہ سکتا۔ نظم "مجبوری" کے کچھ شعر اسی سوچ کا مظہر ہیں۔

ہک بندہ تقدیر ملایا چندر کنوں دی سوہنڑا
چھنیل چھبیلا، بھولا بھالا، من بھاونڑا، دل موہنڑا
زلفاں لمبیاں، کالیاں راتیں، ٹھڈڑے گھپ اندھارے
نور دی نگری دے چوگردوں حبشی فوج دے پہرے

چہرہ نور دا بلدا ڈیوا، جے کوئی ڈیکھن چاہوے
اکھیاں دے وچ جھلمل تھی وے، دید تھیا کے کھاوے
روشن چہرے والا بندہ، جتھوں پھیرا پاوے
کافی دیر و نجڑدے بعد اُتھ نور نظارے آوے
طولکریندی ویسی اوندی حسن دی گاہل سہائی
رنگاں تے خوشبواں والی۔ سوہنڑی رام کہانڑی
حیف اے اوں نگری دے لوکو جتھاں اے دستورے
اے جیہاں سوہنڑا بندہ عزت ویچن تے مجبورے

اس طرح حسن رضا گردیزی خوابوں کی دنیا سے حقیقت کی دنیا کی طرف لوٹتے ہیں۔ ان کے کلام میں جگہ جگہ اس جھوٹی دنیا کے غلط نظام کو بدلنے کی خواہش ملتی ہے۔ ظاہر ہے جب وہ غریب کسانوں اور مزدوروں کی زندگی کی ناکامیوں اور نامرادیوں پر نظر کرتے ہیں۔ تو ان کی یہ خواہش خوبصورت لفظوں کا روپ اختیار کرکے نہایت پراثر الفاظ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس نظم میں جس کا عنوان "چیٹے بدل" ہے یہی انداز نمایاں ہے۔

جب ایک غریب اور مصیبت زدہ ہاری آسمان پر گذرتے ہوئے سفید بادلوں کو دیکھتا ہے جو زمین کی پیاس بجھائے بغیر، خوش بخت ملکوں کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو وہ ضبط نہیں کر سکتا اور اس کے احساسات ایک فریاد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں لیکن یہ فریاد ایک عزم اور استقلال بھی ظاہر کرتی ہے۔

میں آہداں ہاں چیٹے بدلو

Scanned with CamScanner

میکوں کیا جتھ وس آئے ہو
میڈی محنت گل گئی ساری
مِٹی دے وچ رل گئی ساری
میڈے گھر وچ دانڑے کے نی
میڈے ہوش ٹکانڑے کے نی
پیلی رنگت، حال فقیراں
میڈے گل وچ لٹکن لیراں
میڈی کھیتی جلدی پئی اے
کاں دی اکھ ٹکلدی پئی اے
میں کیا جانڑاں چٹے بدلو
کتھوں پانڑی چا آندے ہو
کتھاں وِنج وسا آندے ہو
کیویں دل پرچا آندے ہو

لیکن یہ پر عزم کسان ہمت نہیں ہارتا اور بڑے حوصلے کے ساتھ بادلوں سے خطاب جاری رکھتا ہے۔ اب اس کے لہجے میں ایک عزم اور تحکم ہے۔ جو سائنسی دور کے نئے انسان کی خصوصیت ہے۔

لیکن یاد رکھو اے بدلو
انپڑے طور طریقے بدلو
میں انسان ہاں طاقت والا
عزت والا، حشمت والا

میں فطرت دے پاڑے سیتے
میں جنگل وچ منگل کیتے
میں روحاں دے سینے ڈالے
میں راتیں وچ ڈیوے بالے
میں افلاک دے تارے تروڑے
میں طوفاناں دے مکھ موڑے
کوڑ دے نال جھگڑدا آیاں
میں صدیاں توں لڑدا آیاں
فطرت کوں مجبور کریساں
میں تہا کوں انصاف سکھے ساں
ہر جا حصے رسدی وسّو
کہیں مظلوم دا حق نہ کھسّو
انپڑے طور طریقے بدلو
چٹے بدلو! چٹے بدلو

اور آج کی دنیا میں مزدور اس دعوے کو پورا کر چکا ہے۔ کئی ترقی یافتہ ملکوں میں انسان علم محنت اور سائنس ایجادات کی مدد سے بڑے بڑے بے آب و گیاہ میدانوں پر مصنوعی بارش کے ذریعے سرسبز اور شاداب اور کھیتیاں لگا چکا ہے۔

حسن رضا گردیزی ایک ایسے شاعر ہیں جن کے کلام میں خالص شاعری کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ لیکن ایسی شاعری میں بھی ایک روحانی علم

Scanned with CamScanner

کا پہلو نظر آتا ہے دنیا کی موجودہ صورتِ حال کو بدلنے کے لئے ان کی فکر کا انداز رومانی ہو جاتا ہے اگرچہ ایسی نظمیں بظاہر خالص عشقیہ نظر آتی ہیں۔ لیکن ان میں بھی بین السطور بہت کچھ ہوتا ہے۔ مثال میں ایک نظم "اج دی رات" پیش کی جاتی ہے۔

میں انسان دی صدیاں دی تاریخ دا واقف کار آں
کھول شراب دی بوتل جانی سُنڑ میڈیاں گفتاراں
ایں دنیا دے لمبے قصے کیہڑا کھول سُنڑاوے
کتنیاں جھوکاں لڈ گیاں جانی کون حساب گنڑاوے
چندر دے پاسے ڈیکھ اے تیکوں سارا حال سنڑیسی
میڈمی ہر اک گاہل دی جانی اے تصدیق کریسی
چندر نے ڈٹھا کئی لوکاں نے پریت دیاں قسماں چائیاں
چندر نے ڈٹھا کئی لوکاں نے لا کے توڑ چڑھائیاں
چندر جہانگیراں کوں ڈٹھا۔ چندر فریدوں ڈٹھے
کئی سقراط ارسطو ڈٹھے، چندر فلاطون ڈٹھے
شیشے وانگوں گلبدناں کوں ناچ کریندے ڈٹھا
حسن تے شعر تے موسیقی کوں جھمریں پیندے ڈٹھا

لیکن یہ تنہا اور اکیلا انسان ایسی ذہنی کیفیت میں دنیا کی حقیقت کو نہیں بھول سکتا۔ تصویر کے دوسرے رخ میں نقوش اور بھی گہرے ہو گئے ہیں۔

دل ایں چندر نے قبراں ڈٹھیاں اوہی آخر گیاں

روپ نگر دیاں وسدیاں رسدیاں جھوکاں خالی تھیاں
ٹر گئے تے مر گئے لوکاں دیاں سب گالہیں بھل گیاں
یاد دے تانے پیٹے ٹرٹ گئے سب کڑیاں رل گیا

اس نظم کا آخری حصہ اور بھی پر اثر اور زور دار ہے۔

تیڈے میڈے بعد وی جانی آسن لکھ بہاراں
رنگ تے نور دیاں پینگھاں پوسن ساونڑ میگھ ملہاراں
تیڈے میڈے بعد وی جانی نوری راتاں آسن
ساڈے وانگ محبت کرنے والے چندر تلے آبہسن
کیہڑا ساکوں یاد کریسی کہیں کوں کیہڑمی پوسی
تیڈا میڈا ایں دنیا تے نام نسان نہ ہوسی
ایہہ دنیا ہے کوڑ تماشا غافل تھی ونج جانی
چندر دیاں کرناں لال شراب اچ گھول کے پی ونج جانی
کیہڑا کل دیاں سوچاں سوچے کیہڑا دل کوں لاوے
اج دی رات غنیمت جانوں کل آوے نہ آوے
دھرتی پئی سجھ دے چو گردوں سو سو چکر کھاسی
اج دی رات گولیندے رہسوں اج دی رات نہ آسی

یہ دنیا خود غرض، اقتصادی مفادات، ٹیکنالوجی کی اندھی مسابقت کے مقابلے، کاروبار اور اشتہار بازی کی کشمکش کی دنیا ہے۔ انسان اس دنیا میں مشین کی ایک معمولی پرزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں سوچنے کی صلاحیت نہیں ہوتی آج کی دنیا میں بہت کم لوگ ہیں جو انسان کی بہتری،

Scanned with CamScanner

بھلائی اور امن و آشتی کے متعلق سوچتے ہیں ایسے لوگوں کی سمجھ میں اس دنیا کا نظام نہیں آتا۔ لیکن دنیا ان کے تصورات اور امنگوں سے بے بہرہ اور ان کے خیالات سے بے خبر آگے بڑھتی رہتی ہے اس لئے یہ لوگ اس بھری دنیا میں خود کو تنہا اور اکیلا سمجھتے ہیں۔ حسن رضا گردیزی بھی ایسے ہی دکھی اور تنہا انسانوں میں سے ایک ہیں جو اپنی خیالی دنیا میں رہتے ہیں۔ انھوں نے یہ دنیا اس لئے آباد کی ہے کہ دنیا کے غم و آلام اور انسان پر انسان کے مظالم سے بھاگ کر وہ اپنے تصور کی اس خوبصورت دنیا میں پناہ لے سکیں۔

میکوں بے یار و مددگار تے تنہا نہ سمجھ
ہر گھڑی نال میڈے رہندی اے محفل میڈی
توں میڈی خاک نشینی تے بہوں ترس نہ کھا
تیڈیاں سوچاں توں بہوں دور ہے منزل میڈی
میکوں انسان دا غم، درد دے نغمے ڈیندے
میکوں کھیں اے جہیں مقاماں دے اوتے گھن ویندے
جتھوں لاہوت دی منزل دے پیام آندے ہن
میکوں گذرے ہوئے لوکاں دے سلام آندے ہن

ان کی اس تنہائی میں کیسی انجمنیں سجتی ہیں۔ اس نظم کے اگلے حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔

میڈے گھر نور دی برسات دے موسم ہوندِن
رات کوں عرش توں پریاں دے کھٹولے لاہندِن

رنگ نے نور دے چودھار پھاویں نچدن
ساز پازیباں دی جھنکار دی لَے تے وجدِن

اتنی خوبصورت تنہائی میں شاعر کن کن لوگوں کے ساتھ وقت گذارتا ہے اس کا بیان خود اس کے لفظوں میں دیکھئیے۔

سامنڑے تخت تے اقبال تے رومی ہوندن
میڈیاں پاسیاں اُتے عُرفی تے نظیری ہوندن
روز پینداں ہاں میں خیام تے حافظ توں شراب
میڈے گھر وجد تے عِرفان دی چھل آندی ہے
شعر تے فن دے پرستاراں دے میلے تھیندن
طاہرہ درد دے سازاں تے غزل گاندی اے

ایسی محفلوں سے باہر نکل کر جب وہ اپنے چاروں طرف کی دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو انکی حالت انہیں ایک گہری سوچ میں مستغرق کر دیتی ہے۔ انسان کی قسمت اور اُس کے مستقبل کے متعلق اُن کے دل میں شک اور اندیشے جنم لینے لگتے ہیں۔

اے انسان جیہڑے فٹ پاتھاں تے راتیں کوں سم دِن
سارا ڈِینھ سڑکاں، گلیاں، بازاراں دے وچ رُلدن
ایہہ انسان جنہاں دیاں صفتاں ڈنگراں کولوں اُتوں
ہِک منجھلا ہک پاڑیا چولا جُتّی پٹکے متوں
سیل تماشا ڈیکھن کیتے ہر جا تے کھڑوسندن
ٹُردی پھردی محنت کر کے انپڑا پیٹ بھریندن

پتھراں وانگوں پنڈے جیویں کھیں فنکار نے ڈھالے
پوہ دے لگراں جائے ہاڑدیاں دُھپاں ہاں تے پالے
ایہہ انسان جنہاں دی محنت عرش توں رزق لہاوے
ایہہ انسان جنہاں داکھٹیا ہر کوئی بہہ کے کھاوے
ایہہ انسان جنہاں دے، ہتھوں جھولیاں بھرن زیناں
ایہہ انسان جنہاں دے خون تے چل دیاں سب مشیناں
کیا آہدن کیا سوچ کریندین کون انہاں دی جاڑے
بخت والیاں دے. بخت سلامت کملے کن ڈورا نڑے

علم کے زور سے آج انسان چاند پر پہنچ چکا ہے لیکن اس کا دل زمین پر بسنے والے انسانوں کی ہمدردی سے خالی ہے۔ دنیا میں ہر جگہ جنگ کا خوف اور دوسرے عالمگیر مسائل کی الجھنیں، سوچنے والے انسانوں کے سامنے حل نہ ہونے والے مسائل بن کر ابھرتے ہیں۔ ایٹمی ہتھیاروں کو زیادہ موثر اور تباہ کار بنانے کی کوششوں سے انسان لرزہ براندام ہے اور انسانیت ایک پائیدار اور دائمی امن کے لئے دعا کر رہی ہے اور حسن رضا گردیزی جیسے انسان دوست اور روشن فکر لوگ اس اندھیرے میں ایک نئی پود پھٹنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ اس ظلمت کے تصور میں بھی ایک روحانی تجربے سے گزرتے ہیں۔

اج وی تیدطی راہ بھلیندے گزر گیا ڈینہہ سارا
اج دے ڈینہہ وی شام توں پہلے نظرم گھُپ اندھارا
پگواں دی منڑ تے نِندرائے بوٹے جھوٹے کھاندن

ایں ویلے دریاواں دے وچ پا زلمی ہولے ویندن
شام دے رتے بدل سیاہیاں وچ کجلاندے ویندن
دُھوڑاں دے وچ اُڈدے ذرے تھک کے پاہندے ویندن
تھوڑی دیر دے کیتے وقت دے پیراں وچ زنجیراں

سانولے پس منظر تے کالے جھاڑ ڈِسن تصویراں
پکھی جھاڑاں دے وچ اُڈ کے رین بسیرا لاہندن
اُچیاں بٹیاں توں اجڑاں دیاں چنڑکیاں وجدیاں آہندن
ہنڑاے چار چفیر افق تے کالی روہ اٹھی سن
دید دے سارے ہڈ کے بجھ سن تانگھ دے طاق ولیسن
جیویں کیویں جھاگ جھگیساں کل دیاں تانگھاں لا کے
رات دی پوڑھیاں توں لاہساں امید دے ڈیوے چا کے

حسن رضا کی شاعری کا مرکزی خیال امید ہے۔ نا امیدی کے کالے بادل میں وہ امید کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ اور اس چمک کو ساری انسانیت کے روشن مستقبل کی ضمانت سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے حمبوب بھی امید ہی کا ایک روپ ہے۔ وہ محبوب کے ہجر میں اس کی طلب اور دوری کے غم میں، اتنے ہی غمگین ہو جاتے ہیں جتنا اس مفاد پرست اور خود غرض دنیا میں کوئی شخص امن کے لئے ہو سکتا ہے ان کے نزدیک امید کے یہ دونوں مظہر یکساں حقیقت اور معنویت رکھتے ہیں اور انہوں نے ایک جگہ محبوب کی جدائی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

تیڈے بغیر بہاراں دے رنگ، زرد اداس

Scanned with CamScanner

اداس جیویں رنڈیپے تے پہلی عید آوے
اداس عشق دے نفے، اداس حُسن دے رنگ
اداس لگدی اے، ایہہ ساری گاہل وات میکوں
اداس جیویں شہر ہاں تے شام دا ویلا
اداس جیویں وچھوڑے دی کالی رات میکوں
تیڈے بغیر ہے بے نور ذہن دی محفل
نہ زندگی نہ کوئی زندگی دا حاصل اے
عجب طرح دا سفر ہے کوئی نیں ساتھی
نہ کوئی راہ ڈسیندے نہ کوئی منزل اے
تیڈے بغیر ہے بے رنگ شاعری میڈی
اداس گھر تے سیالے دی چاندنی جیویں
اجاڑ گلیاں تے گھگھواں دیاں شام کوں گاہلیں
بغیر سازدے، بے تار راگنی جیویں

قدرتی جذبے کا اظہار کرتے ہوئے بھی حسن رضا اپنے سچے جذبوں اور نازک احساسات کو چھپا نہیں سکتے۔ ان کے لفظ خوبصورت، معنی سے پر اور جذبے اور شدت احساس سے زندہ اور پُراثر ہوتے ہیں۔ جب وہ اپنے خیالات اور احساسات اور جذبات کو شعر کا جامہ پہناتے ہیں تو ان کی نظر میں خالی شعریت ہوتی ہے۔ اور بقول خود ان کے شعر تحقیق اور علم کتابی کی وجہ سے بوجھ نہیں ہونے پاتا۔

شعر نہ تحقیقاں دا حاصل، شعر نہ علم کوں گولھے

شعر تنڑاواں روح دیاں چھکے شعر کتاب نہ پھولے

حسن رضا اکثر سچے جذبے کو شعر میں ڈھالتے ہیں ان کے خوبصورت اشعار کی تخلیق، ان کے نازک احساس درد مند دل اور بیدار جذبے کی یکجائی سے ہوتی ہے یہ عناصر ان کی نظم "شرمندگی" میں ایک خوبصورت توازن کے ساتھ گھل مل کر ظاہر ہوتے ہیں تو ہر لفظ اثر میں ڈوب جاتا ہے۔

زندگی میڈے کیتے ہاڑ دی ساڑو دھپ اے
سر تے سجھ، قدماں تلے سرخ انگارے جل دن
ایں مصیبت توں علاوہ میڈے چولے دے تلے
او جہنم جتھاں احساس دے بھانبھڑ بلدن
منہ جے کھولاں تے میڈی بھاہ دے سنہری لمبے
سوڑ ڈیندن، میڈی آواز کوں دیپک بنڑدن
جے کڈا نہیں میڈے ماحول تے وس پوویں ہا
انپڑے مونڈھیاں تے سیاہ رنگ دیاں بدلیاں چا کے

اور پھر محبوب سے خطاب کرتے ہیں۔

تو میڈی گاہل تے ناراض نہ تھیویں جانی
عشق دی سوچ دے انداز ہن اینویں جانی

یہ عشق صرف ایک انسان سے دوسرے انسان ہی کا عشق نہیں بلکہ اس میں انسانیت کا عشق بھی جھلکتا ہے۔ جس سے حسن رضا گردیزی کا دل کبھی خالی نہیں رہتا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ حسن رضا کی شاعری کا مرکزی نقطہ عشق ہے جو ان کی فکر کا سہارا پاک امید کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس

Scanned with CamScanner

جگہ یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ عشق کو سمجھتے ہیں کیا۔ اس کا جواب دریافت کرنے کے لئے انکی ایک خالص عشقیہ نظم "بحضور عشق" کا مطالعہ ضروری ہے۔

آمیڈے عشق آمیڈے اجڑے ہوئے گھر دی بہار
آمیڈے غریباں دا سہارا، بے کساں دا غمگسار
آمیڈے ہنجواں دی کنڑ مینڑ دار سیلا جل ترنگ
آمیڈے احساس دے بکھرے ہوئے سوہنے دا رنگ
آمیڈے کنعان دا یوسف زلیخا دا جمال
آمیڈے بازار دی رونق میڈے فن دا کمال
ایں اندھارے وچ جتھاں انسانیت ہے دربدر
کون لہندے تئیں سوا مجبور شاعر دی خبر

جیسا کہ اس سے پہلے بھی ظاہر ہو چکا ہے۔ عشق شاعر کی آخری آرام گاہ ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ ذاتی اور انفرادی مسائل کا حل عشق کے ذریعے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہ احساس حسن رضا کی شاعری میں بین السطور پایا جاتا ہے۔ اور غالباً اقبال کے گہرے مطالعے کا اثر ہے لیکن ان کے کلام میں اس کا اظہار ببانگ دہل نہیں ہے ان کی شاعری میں اور خاص کر ان اشعار میں جو ابھی پیش کئے گئے جوش ملیح آبادی کے انداز کا پر تو پڑتا ہے لیکن یہ اثر صرف عشقیہ نظموں تک محدود ہے۔ ایک اور نظم "اج دی رات" جو حسن رضا کی کامیاب نظموں میں سے ایک اس اثر کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ جس طرح ان کی نظم "آمیڈی جان چلوں" میں اختیر شیرانی کی نظم۔ "اے عشق کہیں لے چل" کا انداز واضح طور پر

نظر آتا ہے لیکن ان کی اس قسم کی نظمیں "نقل" یا "کاربن کاپی" کی تعریف میں نہیں آتیں کیونکہ ان میں شاعر نے اپنے احساس کو اپنے انداز اور اپنی زبان کے مزاج میں ہی ڈھال کر پیش کیا ہے۔

جب شاعر اپنی شاعری میں اردو شاعری کے عام لفظی سرمائے کو سرائیکی زبان کے مزاج کے مطابق استعمال کرتا ہے تو گویا وہ ان الفاظ کو اپنے ماحول میں نئے مزاج اور نئی ضروریات کے مطابق استعمال کرتا ہے، اور یہی حسن رضا کی شاعری میں زبان کے استعمال کا کمال ہے۔ یہی کمال ہمیں سندھی زبان میں مولوی احمد ملاح کی شاعری میں پورے عروج پر نظر آتا ہے۔ اور ان دونوں زبانوں میں یہ دونوں شاعر اپنے اپنے انداز میں منفرد ہیں۔ اس رنگ میں بھی حسن رضا اپنی افتاد مزاج اور اپنے شاعرانہ نکتہ نظر سے قطع نظر نہیں کر سکتے۔ ان کی شاعری میں طبقاتی احساس بھی موجود ہے لیکن وہ اسے نہ صحافتی بناتے ہیں اور نہ پروپیگنڈے کا انداز اختیار کرنے دیتے ہیں۔ وہ ان باتوں کو زندگی کے عام مسئلے کی طرح دیکھتے ہیں وہ ان سے متاثر ہوتے ہیں اور اپنی شاعرانہ طبیعت اور فکر کا اثر زبان پر بھر پور انداز میں چھوڑتے ہیں۔ ہر سماج دو طبقوں میں منقسم ہے۔ ایک وہ جن کے پاس سب کچھ موجود ہے اور دوسرے وہ جو معمولی ضروریات زندگی سے بھی محروم ہیں دنیا کی ساری سماجی، اقتصادی اور انسان بیماریاں اسی فرق کے سبب سے وجود میں آتی ہیں۔ ہر مذہب ہر فلسفہ یا سیاست فکر اسی فرق کو مٹانے یا کم سے کم کرنے کیلئے بنی نوع انسان کو آمادہ کرتے ہیں لیکن انسان کی خود غرضی درمیان میں حائل ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

دنیا میں ان دو طبقوں کی وجہ سے انسان کا انسان پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے جیسا کہ ان کی نظم "نوکر دا بچہ" سے ظاہر ہے۔ اس نظم میں ہم ان دو طبقات کی ذہنیت کا فرق دیکھ چکے ہیں۔ لیکن شاعر کے دل میں تو ایک طوفان ہوتا ہے۔ اس کے دل میں رازوں کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے۔ ایسے راز جو شاعر کے دل الاؤ کی طرح بھڑکتے ہیں۔ اس کیفیت کو بھی حسن رضا گردیزی نے اپنے خاص انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کی نظم "دل دے راز" کے کچھ شعر قابل دید ہیں۔

میڈے دل اچ راز ہن لوکو
راز میڈے دمساز ہن لوکو
مُشکی پھنیر نائگاں وانگوں
سینے وچ لہراندے رہندن
چھجلیاں کڈھ کے پہرا ڈیندن
راز میڈے رت پی کے جیندن
میڈے ہونٹاں کوں سی چھوڑو
میں بولیم تاں بھانبھڑ بل سن
گھاٹیاں لال اندھاریاں گھل سن
اچیاں ماریاں لوڈے کھا سن
منبر تے محراباں ہل سن
تلویں، اتلی، ہک تھی ویسی
کجھ اے جہیں حالات بدلسن

رات دا رنگ غلابی تھی سی
شعلیاں دے گلزار نظر سن
ڈینہہ کوں اتنے سوجھلے ہوسن

ایسا ہی انداز ایک نرالے رنگ کے ساتھ ان کی نظم "سنجیاں سالھیں" میں نظر آتا ہے۔ اس نظم میں دیہات کے پورے ماحول کی تصویر کشی بڑی کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔ شاعر لفظوں کے ذریعے ماحول کی جو عکاسی کرتا ہے وہ ایک

تھل دے ہاں وچ لگیاں جھوکاں
بلدی ریت دے بٹیاں پچھوں
بھر دیاں کندھاں، اجڑے کھولے
چھپڑ کاٹھ کباڑے متوں
وچ ہک اندھے کھوہ دا ٹویا
وقت تے ریت بھرے نت جیکوں
سامنڑے کھجیاں دا ہک جوڑا
ٹُر ٹُر ڈیکھے ایں سنج برکوں

اس منظر میں شاعر ایک ایسا رنگ بھرتا ہے جو مصوّر کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس نظم کا منظر جامد نہیں ہے بلکہ متحرک ہے۔ تصویر اپنے پس منظر میں ابھرتی ہے جس سے ماحول میں نور اور سائے کی کیفیت سے ایک زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ یہ بات مصوری کے ذریعے ممکن نہیں۔ یہ منظر اس کی تصدیق کرنے کیلئے کافی ہے۔

Scanned with CamScanner

آہدن پچھلی رات دے ویلے
جاں ایں رات دے ٹبے ٹھر دن
لہندے چن دیاں پیلیاں کرناں
سنجیاں سالھیں وچ آوڑدن
اسماناں توں پوڑھیاں لا کے
کئی انجانڑے بندے لہندن
گھنگھرو تے پازیباں وجدن
ایہہ ڈو کھجیاں لوڈے کھاندن
پیلا چن تے بڈڑے تارے
جھمریں پیندن، وجد اچ آندن
لیکن جاں ول پَو پھٹدی اے
ایہہ سب رونقاں ویندیاں رہندن
اناں سنجیاں سالھیں وچوں
روونڑدیاں آوازاں آندن

اپنی یادوں کو جذبات اور احساسات کی مدد سے ایسی سادہ اور پر اثر زبان میں بیان کرنا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ تھل کے سنسان ریگستان میں کھجور کے یہ دو پیڑ دو خاموش انسانوں کی طرح ابھرتے ہیں اور دو محبت کرنے والی روحوں کی علامت بن کر پڑھنے والوں کے دل و دماغ پر چھا جاتے ہیں۔ یہ بے مثال منظر نگاری ایک اور نظم "کچے بیٹ" میں نظر آتی ہے۔ یہاں بھی سادہ اور پر اثر انداز شاعرانہ ہے۔ شاعر کے ذریعے مصوری اور مصوری کے ذریعے شاعری کی گئی ہے۔ دریائے چناب کے

ایک بیٹ (جزیرے) کی تصویر کشی بھی ملاحظہ کیجیے۔

پار چناں دے کچے بیٹ اچ
فجریں کال کڑچھی بولے
روح دا چین، نگاہ دی ٹھاڈل
نتری، صاف، ہوا دے جھولے
سجھ دیاں کرناں، بدّلے اندر
رنگ برنگے بانڑیں کھولے
بانڑیں دیاں پھاٹاں نے پاتے
رَتے ساوے پیلے چولے
کھجیاں دے کئی ایر نظر دن
سامنڑے دور سیاہیاں اولے

شاعر صرف منظر کشی ہی نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ ایک علامتی انداز بھی اختیار کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے نظم میں زیادہ گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ نظم کے اس منظر میں کھجور کے درختوں کے ساتھ دریا میں ایک کشتی بھی دکھائی گئی ہے اور ہم شاعر کے ساتھ سوچنے لگتے ہیں کہ گذرے ہوئے زمانے کی مضطرب اور مہجور روحیں بھی اس کشتی سے ضرور کوئی تعلق رکھتی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ کشتی دریا کی لہروں پر نہیں بلکہ وقت کے سمندر کی موجوں پر ڈگمگاتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔ اور ان میں دو روحیں موت کے بعد بھی کسی انجانے کنارے کی طرف سفر کر رہی ہیں۔

یہ منظر دیکھنے دکھانے کے بعد شاعر سوچتا ہے کہ پو پھٹتے
کھجور کے ان درختوں کے آس پاس دریا میں خدا جانے ایسی کتنی کشتیاں

Scanned with CamScanner

ہوں گی جن میں غم زدہ اور مہجور روحیں محو سفر رہتی ہیں۔ اور اہل دل کو صبح کے خاموش اور پرسکون سمے میں نظر آجاتی ہیں۔ شاید ایسے منظر اہل دل صدیوں سے دیکھتے چلے آتے ہوں، یہ نظم اس طرح ختم ہوتی ہے۔

لوگ اتھوں دے آہدن بھولے
پچھلی رات کوں ظاہر تھیوے
اونھاں ڈو کھیاں دے اولے
آہدن پریت کوں موت نیں آندی
موت دے بعد وی ہوندن رولے

موت، محبت کو مات نہیں دے سکتی۔ اہل محبت کو گذرے ہوئے زمانے کی عاشق روحیں ہمیشہ خواب کی طرح قدرتی نظاروں کے زندہ ماحول میں جیتی جاگتی محسوس ہوتی ہیں۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جو شاعری میں بالکل نیا نہیں ہے لیکن اسے طلسماتی ماحول سے نکال کر احساسات کی دنیا میں لے آنا حسن رضا گردیزی کا کمال ہے۔ ان کی شاعری میں دیہات کے قدرتی نظارے بکھرے پڑے ہیں۔ خاص طور پر ان کی راتیں ایسے خوابوں سے پر ہوتی ہیں جو احساس اور امنگ کی شدت سے ابھرتے ہیں۔ ہر کوئی جاگتے میں خواب دیکھتا ہے۔ لیکن ان کے شاعرانہ انداز میں بیان کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ حسن رضا گردیزی نے اپنے نظم "رات دا راہی" میں ایسی ہی کیفیت کو بیان کیا ہے۔ جو اپنی مثال آپ ہے۔

پوہ دی ادھی رات دی ویلے
سر تے بار دی گنڈھڑی چا کے

تھل دے ٹبیاں دا ہک راہی
ٹردا آوے کنڈھ نوائی
مونڈھیاں تے ہک چادر موٹی
جرڑے ہتھاں دے وچ سوٹی

یہ راہی ہر شخص کے دل میں بیٹھا ہوتا ہے اور یادوں کے دھند لے میں خود کو گم کر کے گزرے ہوئے زمانے کا بار اپنے کمزور کاندھوں پر اٹھائے ہوئے نظر آتا ہے۔ لیکن ہمیں اس کا احساس اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک کوئی حسن رضا گردیزی ہماری توجہ اس طرف مبذول نہیں کراتا۔ اس طرح کبھی اچانک اس جان پہچان کے مگر اجنبی راہی سے تصور کے کسی موڑ پر ہماری ملاقات ہو جاتی ہے۔

صدیاں توں ایہہ کملے راہی
ایویں رات اچ ٹردے رہندن
سچ دے نور کوں گولنڑ کیتے
رات دے ہاں وچ ٹردے رہندن
رات نی مکدی۔ ڈینہہ نی تھیندا۔
اے ڈینہہ دے مردے رہندن
پر جیہڑے پھیرے لادیندن
وقت دے نال ابھردے رہندن
رات دے کالے سینے اُتے
چندر دے وانگ نکھردے رہندن

Scanned with CamScanner

آہدن جاں اتھ ڈینہہ تھی وے سی
ہر شے اصل روپ ڈکھے سی
رازاں دے دروازے کھلسن
لوک انھاں پیراں کوں چمسن

اسی طرح بہاولپور ملتان اور ڈیرہ جات کے ریگستانوں میں کھجور کے پیڑوں کے نظارے بڑے حقیقت پسندی کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ حسن رضا گردیزی کا انداز بیان ہر جگہ موثر ہوتا ہے۔ "تھل دیاں کھجیاں" کے عنوان سے ان کی ایک نظم کے ابتدائی اشعار پڑھنے والے کے ذہن پر ایک نقش چھوڑ جاتے ہیں۔

تھل دیاں کھجیاں بخت دے ساوے چھتر جھلیندیاں
سر اسمانا ں نال رلیندیاں
سجھ دی ساڑو دھپ دیاں دھیاں ریت دے ہاں دے کھیر تے پلیاں
ناں پانڑی دیاں تانگھاں رگھن
ناں قدماں وچ گوڈی منگن
لوک اناں دے میوے کھاون
ایہہ کہیں دا احسان نہ چاون
بادشاہ زادیاں رجیاں کجیاں تھل دیاں کھجیاں

حسن رضا گردیزی اپنے شاعرانہ تصور میں نہ جانے کیا کیا دیکھتے ہیں ایک نظم جو غزل کی ہئیت میں کہی گئی ہے۔ ان کا انداز بیان حقیقت دا افسانہ اور تصویر و تصور کے امتزاج سے مرتب ہوتا ہے۔ دیکھیئے ان کا مشاہدہ

کس کس طریقے سے تجربے کی صورت اختیار کر کے لفظوں میں ڈھلتا ہے اور ایک خوبصورت نظم تیار ہو جاتی ہے۔

کہیں کہیں ویلے سوچ سوچیندا ں کیا کیا تھیندا ڈٹھم
ہر شے وانگوں دین ایمان دا سودا تھیندا ڈٹھم
بکھ توں شعر تے فن کوں کوڈیاں دے مل وکدا ڈٹھم
علم آلیاں کوں بے علماں دے سہریاں لکھدا ڈٹھم
کوڑ دے سر تے بخت اقبال دا سایہ پوندا ڈٹھم
سچ کوں ہر میدان اچ بازی ہار کے روندا ڈٹھم
پیر فقیر سودا گر ڈٹھم موج بہاراں ڈٹھم
تن تے نوری جامے ڈٹھم کوٹھیاں کاراں ڈٹھم
ظالم بے دردی دنیا نے آخر لکھے نوحے
کتنے عالم فاضل بندے سڑکاں تے رل موئے
کتنیاں تانگھاں کتنیاں سدھراں زر توں صدقے تھیاں
کتنیاں بیراں رانجھے چھوڑ کے کھیڑیاں دے گھر گیاں

ہمارے دوست حسن رضا گردیزی کی سوچ اور مشاہدہ کچھ ایسے ہی واقعات یاد دلاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی نرم و شیریں سرائیکی زبان اور اسی سوچ اور مشاہدے کے ذریعے ایسی پر اثر شاعری کی ہے کہ اسے ایک بار پھر پڑھنے یا سننے کے بعد کوئی بھول نہیں سکتا۔ کچھ ایسا ہی تاثر ہے جس کی وجہ سے مجھے یہ کہتے ہوئے ذرا بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ حسن رضا گردیزی

Scanned with CamScanner

ایسے شاعر سرائیکی اور علاقائی زبان ہی میں نہیں بلکہ ملک کی سبھی زبانوں میں مشکل ہی سے ملیں گے۔

الیاس عِشقی

العلم حجابُ الاکبر!

علم دا مانڑ نہ کر
علم ہے روح دا حجابِ اکبر
ایں تیڈے علم تیڈے دل کوں اندھارے بخشے
ایں تیڈے علم دی برکت ہے کہ بے جان ہیں توں
اے تیڈا علم فقط جسم پلیندے تیڈا
اے تیڈا علم ڈسیندا ہے کہ حیوان ہیں توں
اے تیڈا علم ہے چشماں دی حیا دا دشمن
اے تیڈا علم ہے بے فیض، وفا دا دشمن
ایں تیڈے علم زیناں دے کلیجے پاڑے
ناگا ساکی تے ہیروشاما دے جھگے ساڑے
ایں تیڈے علم کوں فطرت دے اشارے کے نی
ایں تیڈے علم دیاں پلکاں تے سِتارے کے نی
ایں تیڈے علم کوں کیا دید دی لذت دی خبر
ایں تیڈے علم کوں کیا درد تے فرقت دی خبر
ایں تیڈے علم کوں میں خاک برابر سمجھاں

Scanned with CamScanner

ایں تیڈے علم کوں میں جہل توں بد تر سمجھاں
آ تیکوں وجد تے عرفان دی دولت بخشاں
تیڈیاں چشماں کوں نمی ڈے کے مروّت بخشاں
آ تیکوں سوز تے الفت دے فسانے ڈیواں
آ تیکوں پیر فرید، ہنڑ ڈے ترانے ڈیواں
کوڑھ دھوواں تیڈے سینے دا اجالے ڈیواں
آ تیکوں حافظ و خیام دے پیالے ڈیواں
ہک کٹورے اُتوں سو علم دے دفتر واراں
دل کوں آزاد کراں، عقل کوں جَندرے ماراں
ساہمڑیں یار دے جھپ تال تے ٹھُمری گا نواں
جے مہربان نظر آوے تاں جھمریں پاواں
میں محبّت دا پجاری ہاں میڈی سیوا کر
علم دا مانڑ نہ کر
علم ہے روح دا حجابِ اکبر

بندی خانہ

ایں دنیا دا کھٹیا وٹیا میڈا بندی خانہ
یاد کراں تاں یاد نی آندا
کتنے ڈیہنہ تے کتنیاں راتیں
ایں بندی خانے وچ گذرن
ایندی ہک ہک سِلھ دی سانبھ کریندیں
جھاڑو ڈیندِین
صاف کریندیں پاک کریندیں
میں کافر نے انپڑا بندی خانہ کعبہ جاتا
عمر وہانڑی ایں کعبہ دے روز غلاف وٹندے
ایندی چھَنڈک پُھوک دے کیتے
کوڑ فریب کمینَدیں
سودھر تال کریندیں
میں امر اللہ۔ نور دا سایہ۔ لاثانی۔ لافانی
وقت تے فاصلہ میڈے کیتے بے مطلب، بے معنی
حوراں جن فرشتے میڈی راہ تے ڈیوے بالن

Scanned with CamScanner

میڈے کیتے سکدیاں رہون جنت دیاں گلزاراں
میں نوری لاہوتی پکھی میڈیاں عرش اڈاراں
ول وی میکوں بھاون بندی خانے دیاں دیواراں
جے تک دنیا قائم رہوے
جے تائیں چندر تے سورج چمکن
دل آہدے ایں بندی خانے دے وچ وقت گذاراں
اوکھا تھیواں تُھڈے کھا نواں
قدم قدم تے بہہ بہہ رہواں
ہر حالت وچ جیویں کیویں
قید کنوں آزاد نہ تھیواں
ہنڑایں بندی خانے دے ایریاں وچ لہہ گئے پانڑی
سوئی کھا گئی کڑیاں کوں شہتیر نی چیندے بارے
بُوہے ڈہ گئے۔ کندھیاں بُھر گیاں روشندان سدھارے
ڈھندے گھر کوں پشتی ڈیسن کے تائیں چونے گارے
ول وی ڈیرے لائی بیٹھاں
دروہ دے جال کھنڈائی بیٹھاں
ایں جھورے وچ مرداویندا ں

بندی خانہ ترٹ نہ پووے
قید دی مدت کُھٹ نہ پوے
ایں دنیا دا کھٹیا وٹیا میڈا بندی خانہ

Scanned with CamScanner

وچھوڑا

توں وچھوڑے دی کئی گال نہ کر
تیڈے دشمن وی نہ ایں درد دے واقف تھیون
تیکوں کیا حال ڈساں
میڈے ڈینہہ رات گذردن جیوں
تیڈے والاں دی سیاہی توں وی ودھ کے کالے
میڈے ڈینہہ ہن میڈی جان
خیر کجھ وقت گذرویندا ہے جیویں کیویں
شعر پڑھدے تیڈی الفت دے ترانے گاندیں
ڈینہہ بہر حال گذرویندا ہے روندیں کھاندیں
رات داحال نہ سنڑ
رات داحال سنڑا نواں تا کلیجہ باندھے
رات سولاں تے عذاباں دے پٹو کے چاکے
ویڑھ گھندی ہے میکوں چھل وانگوں
گھُپ اندھاریاں دے سمندر ہوندن
ہر طرف مونجھاں دے طوفان گھمر گھیر ڈسن
نہ کوئی لانگھا نہ راہ

جھا گنڑا پوندا ہے ہک درد دا دریا میکوں
جھاگ گھنداں تاں فدر تھیندی اے
توں میڈا چندر۔ میڈی روح دا نور
توں میڈے دل دا سرور
جے تصور وی تیڈا ساتھ نہ ڈیوے میڈا
کھاونجے رات میکوں

Scanned with CamScanner

فرار

آ میڈی جان چلوں
اتھاں مجبور ہے انسان چلوں
اتھاں چشماں دی حیا وکدی اے
اتھاں یاراں دی وفا وِکدی اے
اتھاں انصاف دا مُل پوندا اے
اتھاں تولنڑ دی ادا وِکدی اے
اتھاں زلفاں دیاں سیاہ راتیں دے سودے تھیندن
اتھاں چہرے دی ضیاء وکدی اے
اتھاں سچ آکھ کے منصور دے رُتبے مِلدن
اتھاں سقراط دا جام
حق پرستی دا انعام
اتھاں شاعر دا قلم وِکدا اے
اتھاں مُلاں دی عبا وکدی اے
اتھاں وک ویندا ہے ایمان چلوں
آ میڈی جان چلوں

دور ہک وستی سنڑیندی ہے نصیباں والی
ایں مصیبت بھری دنیا دے کناریاں توں پرے
جتھاں ہر شاخ توں نکھار دے نغمے جھڑدن
جتھاں ہر شام کو پریاں دی سبھا نچدی اے
جڈاں ڈوہوٹھ محبت دے پیاسے ملدن
جھانجراں پیراں دے وچ پا کے فضا نچدی اے
جتھاں ظالم نیں مظلوم نیں۔
جتھاں خادم نیں مخدوم نیں
جتھاں حاکم نیں محکوم نیں
جتھاں انسان تے انسان دی بیداد نیں
جتھاں ہنجوں نیں۔ چیکاں نیں۔ فریاد نیں
جتھاں ہر چیز ہے سانجھی کوئی تقسیم نیں
ہک دی توہین نیں ڈوجھے دی تعظیم نیں
جتھاں انسان دا دشمن نئیں انسان چلوں
آ میڈی جان چلوں

Scanned with CamScanner

مجبوری

ہک بندہ تقدیر ملایا، چندر کنوں وی سوہنڑاں
چھیل چھبیلا، بھولا بھالا، من بھانڑاں دل موہنڑاں
زلفاں لمبیاں، کالیاں راتیں، ٹھڈڑے گھپ اندھارے
نور دی نگری دے چوگردوں حبشی فوج دے پہرے
جیڑھے ویلے تنہائی وچ یاد انہاں دی آوے
ہک بہشتی جھولا، ذہن دی محفل کوں مہکاوے
چہرہ نور دا بلدا ڈیوا جے کوئی ڈیکھنڑ چاہوے
چشماں دے وچ جھلمل تھیوے، دید تھبا کے کھاوے
اکھیں سوہنڑیاں ہرناں وانگوں مستانیاں، متوالیاں
پندھ پندھیڑو انڑ جاناں کوں رہ بھلاونڑوالیاں
جنت دے شبرنگ دریچے نور ازل دیاں جھلکاں
خواباں وچ مدہوش جزیرے، لمبیاں کالیاں پلکاں
ہوٹھ غلابی کاغذ وا کوں، کھنڈ تے کھیر دیاں ڈلیاں
مُنہ دی صورت غنچے وانگوں، ڈنڈ چمبے دیاں کلیاں
قد غلاب دا سوہنڑا بوٹا ول کھاندا لہر اندا

رہ چلدیں معلوم تھیوے ہے ناچ کریندا آندا
روشن چہرے والا بندہ جتھوں پھیرا پاوے
کافی دیر و نجڑتوں بعد اُتھ نور نظارے آوے
طول کریندی ویسی اوندے حسن دی گالہہ سوہانڑی
رنگاں تے خوشبواں والی سوہنڑی رام کہانڑی
حیف اے اوں نگری تے لوکو جتھاں اے دستورے
اے جیہاں سوہنڑا بندہ عزت ویچنڑ تے مجبورے

Scanned with CamScanner

تنہائی

میکوں بے یار و مددگار تے تنہا نہ سمجھ
ہر گھڑی نال میڈے رہندی اے محفل میڈی
توں میڈی خاک نشینی تے بہوں ترس نہ کھا
تیڈی سوچاں توں بہوں دور ہے منزل میڈی
میکوں انسان دا غم دردے نغمے ڈیندے
میکوں کئی ایسے مقاماں دے اوتے گھن ویندے
جتھوں لاہوت دی منزل دے پیام آندے ہن
میکوں گذرے ہوئے لوکاں دے سلام آندے ہن
میڈے گھر نور دی برسات دے موسم ہوندن
رات کوں عرش توں پریاں دے کھٹولے لاہندن
ساز پازیباں دی چھنڑکار دی لے تے وجدن
رنگ تے نور دے چودھار پچھانویں نچدن
میڈی تنہائی دے غم خوار تے مونس آندن
ساہمڑیں تخت تے اقبال تے رومی ہوندن
میڈے پاسیاں اوتے عرفی تے نظیری ہوندن

روز پیندا ہاں میں خیام تے حافظ توں شراب
میڈے گھر وجد تے عرفان دی چھل آندی اے
شعر تے فن دے پرستاراں دے میلے تھیندن
طاہرہ دردے دے سازاں تے غزل گاندی اے
ایہہ خدا والے ایہہ خود دار، اے نوری بندے
میڈی تنہائی کوئی غیرت دا سبق ڈیندے ہن
دیر تائیں علم تے عرفان دیاں گالھیں بھتیندن
رات ڈھلدی اے تاں اے لوک چلے ویندے ہن
جیندے نال اے جہیں فنکاراں دی سنگت ہووے
او کوں کیا لوڑ جو بے ذوق زمانے ڈووہنجے
او کوں کیا غرض جو تنہائی دی محفل چھوڑے
کہیں زردار تے حاکم دے ٹھکانے دووہنجے
میڈی تنہائی توں سو محفلاں واریاں تھیون
میڈی تنہائی توں لکھ عیش دے جلسے صدقے
میڈی تنہائی کو اللہ نے شاہی بخشی
میڈی تنہائی دی روزی کوں سکندر ترسے

Scanned with CamScanner

تیڈیاں یاداں

تیڈیاں یاداں دے پرچانویں
میڈھی روح تے اینویں پوندن
جیوں تپدے ہاڑ دی دُھپ اچ
پیشیں ویلے، اچل چیتی
بکروال دے بدلے نظرن
ٹھڈڑھی وادے جھولے آون
ول اوگجدے۔ کھمدے بدلے
ٹھڈیاں، ترمدیاں زُلفاں کھولن
بلدی ریت تے تنبوں تانڑن
ترسیاں فصلاں، سڑدیاں جھوکاں
سکھ داساہ گھن کے مُکاون
تھلدے مُنہ دا کوڑ مریجے
ریت دی اکھ وچ پانڑی پووے
ول اوگھپ اندھارے تھیندن
سجیوں، کھبیوں، اگوں، پچھوں
کجھ نی سجھدا تیڈے مثوں

دور کہیں نگری توں تیڈیاں
ہکلاں دیاں آوازاں آندن
اوہ آوازاں ڈیویاں وانگوں
میڈے چار چوفیروں بھوندن
میں اے آتشبازیاں چا کے
اندھے کھوہ وچ لہنداں ویندا

Scanned with CamScanner

بحضور عشق

آمیڈا عشق آمیڈے اجڑے ہوئے گھر دی بہار
آ غریباں دا سہارا، بے کساں دا غمگسار
آمیڈے سینے دی ٹھاڈِل، آمیڈے دل دا سُرور
آمیڈے اخلاص دا ڈیوا، میڈیاں چشماں دا نور
آمیڈے ہنجواں دی کِنرِ منڑ دا رسیلہ جلترنگ
آمیڈے احساس دے بکھرے ہوئے سونے دا رنگ
آمیڈیاں راتیں دا ساتھی آمیڈے ڈینہہ دا حبیب
آ قناعت دا پیمبر، آ مروت دا نقیب
تیڈیاں قدماں دی بدولت فقر دا شاہی مزاج
توں رکھیں فاقہ کشاں دے سر تے خودداری دے تاج
آمیڈے کنعان، دا یوسف زلیخا دا جمال
آمیڈے بازار دی رونق میڈے فن دا کمال
بے وسیلیاں دا وسیلہ، بے وقاراں دا وقار
شعر دی دنیاں دا خالق، فکر دا پروردگار
اے اندھاریاں دے سمندر، اے جہالت دا نگر
کون لہوے تیں سِوا مجبور شاعر دی خبر

سرکس

پنجرے وچ ہک شیر ڈِٹھم سرکس دے کھیل دے اندر
طاقت کوں مجبور ڈٹھم کمزور دی جیل دے اندر
جنگل دا آزاد درندہ، قید دے وچ گھبراوے
انپڑے ہتھوں کجھ نہ تھیوس بئے دی ماری کھاوے
شام کوں ہک سرکس دا نوکر آن کے ٹُعمہ پاوے
اوہو نوکر کھیلدے وچ ول چانج آن وساوے
ڈیکھ غلامی دی برکت منہ کھاوے اکھ شرماوے
جیرھے ویلے قوم کوئی گیرڑاں دے وچ آویندی
کھیں آمردے پنجرے دے وچ اوکھے وقت نبھیندی
ماراں کھاندی۔ جا نہ لاہندی۔ اِن ڈھہندی اُن پوندی
ڈو وقتاں دی روٹی کیتے غیرت ویچ کھڑوندی
فرق اتنا ہے شینہہ سرکس دا پنجرے اندر مردے
قوم کڈاہیں مر نی سگدی۔ ظالم آمر مردے

تیڈے باجھوں

توں پچھدیں میں تیڈے باجھوں کیویں جھٹ لگھیداں
آبہہ میڈے کول میں تیکوں سارا حال سُنڑیندا ں
باغ بہاراں ڈیکھنڑ کیتے اصلوں دل نی منگدا
تیڈے باجھوں گھٹ شراب دا سنگھ تلوں نی لنگھدا
رات اندھاری۔ تاریاں متّوں۔ ہر شے نظرم کالی
ذہن دی محفل چھلدی ماری۔ بیٹ اچ دستی خالی
کنڑمنڑدے وچ ٹھڈڑے جھولے بھاہ جگر دی تاون
تیڈے باجھوں آسماناں تے پینگھ دے رنگ نہ بھاون
درد فراق دیاں کوکاں لگدن بلبل دیاں چھکاراں
تیڈے باجھوں دیپک لگدن سانون پینگھ ملہاراں
تیڈے باجھوں تریڑدا پھینگا دل دی پار کو ڈنگے
تیڈے باجھوں سازو جن تاں دل روون تے منگے
کلیاں دی چٹکار ہووے یا پھل وی چھاتی دھڑکے
سول تے درد سوائے تھیون ڈوڑا بھانبڑ بھڑکے
چندر جڈاں کالیاں بدلاں دی پھاٹ توں جھاتی پاوے
تیڈیاں شکلاں تیڈے جلوے تیڈے بھول بھلاوے

حضرت بہاؤالدین زکریا

شہر دے سب توں اُچے ٹبے تے ہک اُچا سوہنڑا روضہ
ایں روضے دے چٹے گنبد دی کلغی توں
سارے شہر اچ نور کھنڈیندا بجلی دا ہک ڈیوا
جیندیاں کرناں چار چفیروں
غفلت دیاں نندراں سُتیاں کوں
غافل ڈیکھ کے ہکلاں ڈیندن
لوکو! کے تائیں جیندے رہسو
کے تائیں کوڑ فریب کماسو
آخر ہک ویسی اے قصہ
کھاونڑ، پیونڑ دا خرخسہ
ہک ویسی اے سب کشالا
تھوڑا عرصہ جیونڑ والا
بجلی دے لِسکاونڑا جتناں
پُھلاں دے مُسکاونڑ جتناں
ول نندراں دیاں کالیاں صدیاں
وقت دے اندھے کھوہ وچ تہا کوں

سٹ کے باہروں پہرہ ڈیسن
کوئی جانڑ سجانڑ نہ رہسی
پچھوں نام و نشان نہ رہسی
لوکو ایں تھوڑے عرصے کوں
آدم دے نوری ورثے کوں
سستے بھاہ نہ ویچ وٹاؤ
اکھیں کھولو ہوش اچ آؤ
ڈکھیاں بندیاں دے کم آؤ
قدرت نیتاں دے پھل ڈیسی
ول نہ تہا کوں موت مریسی
جیویں موت تے ڈاڈھا تھیا
غوث بہاؤالحق زکریا

چٹے بدل

چٹے بدلاں دے کجھ ٹکڑے، وس وسا کے خالی تھی کے
جاں میڈے سر توں آلنگھدن میکوں کملا جانڑ کے آہدن
اوو ستی آباد کتو سے، اوں نگری کوں شاد کتو سے
اوں جا جل تھل موسم ہوسن، اوں جا کھیر دیاں نہراں واہسن
میں آہدا ہاں چٹے بدلو، میکوں کیا جتھہ وس آئے ہو
میڈی محنت گل گئی ساری مٹی دے وچ رل گئی ساری
میڈے گھر وچ دانڑے کے فی، میڈے ہوش ٹکانڑے کے فی
پیلی رنگت حال فقیراں، میڈے گل وچ لٹکن لیراں
میڈی کھیتی جلدی پئی اے، کاں دی اکھ نکلدی پئی اے
میں کیا جانڑاں چٹے بدلو، کتھوں پانڑی چا آندے ہو
لیکن یاد رکھو اے بدلو، انپڑے طور طریقے بدلو
میں انسان ہاں طاقت والا، عزت والا حشمت والا
میں فطرت دے پاڑے سیتے، میں جنگلاں وچ منگل کیتے
میں روہاں دے سینے ڈالے۔ میں راتیں وچ ڈیوے بالے
میں افلاک دے تارے تروڑے میں طوفاناں دے منہ موڑے

Scanned with CamScanner

کوڑدے نال جھگڑدا آیاں، میں صدیاں توں لڑدا آیاں
فطرت کوں مجبور کریساں، میں تہا کوں انصاف سکھیساں
ہر جاحصے رسدی وسو، کھیں مظلوم دا حق نہ کھسو
انپڑے طور طریقے بدلو، چٹے بدلو، چٹے بدلو

میاں مٹھو

پنجرے دے وچ میاں مٹھو مٹھڑے بول سنڑاوے
کوئی او کوں چوری گھتے کوئی مغز کھپاوے
رج کھاوے دیاں ماراں، طوطا انپڑا آپ بھُلاوے
ہک معمولی پکھی تھی کے بندیاں وانگ الاوے
ہکا گاہل کرتے تے او کوں سوواری دُہراوے
لیکن جیڑھے ویلے بلی پنجرے کولوں آوے
انپڑے من دی بولی بولے اصلی روپ ڈکھاوے
چنج کرے اسمان دے پاسے، ٹیں ٹیں تے وس لاوے
اینویں سوکھے ویلے بندہ سوسو ویس وٹاوے
نچے ہٹپے، درُھکے، بھَجے پُٹھیاں چنگیاں چاوے
وسکی دے ڈوپیک لڑا کے جاں بولنڑ تے آوے
لینین، مارکس تے اینجلز دیاں ہر گاہل اچ گیتاں گاوے
ناٹ چھکے نکٹائی دی مزدوراں دے غم کھاوے
آخر ہر اک گاہل انپڑی الحاد تے آن مکاوے
لیکن جڈاں صاحب بہادر کھیں گردش اچ آوے

Scanned with CamScanner

پیسہ کمے یا بیماری گھر اچ ڈیرہ لاوے
کوئی یار قریب نہ ڈھکے جیڑھا حال وندڑاوے
کنبے، ڈکے، تھڈے کھاوے، قدم قدم تے باہوے
پنجرے دے طوطے وانگوں جاں موت نظارے آوے
بھل ویندی ہر شے دنیاوی، نام خدا دا چاوے

اج دی رات

میں انسان دی صدیاں دی تاریخ دا واقف کاراں
کھول شراب دی بوتل ساقی سُنڑ میڈیاں گفتاراں
ایں دنیا دے لمبے قِصے کیڑھا کھول سنڑاوے
کتنیاں جھُوکاں لڈ گیاں جانی کون حساب گنڑاوے
ہیرے، موتی، لال، جواہر، گوہر پارے تُرٹے
کتنے سُوہنڑے پھل کملانڑے، کتنے تارے ترٹے
مٹی دے وچ مٹی تھی گئے کتنے سَسّی پُنوں
کتنیاں ہیراں کتنے رانجھے، کتنے لیلاں مجنوں
کتنے موسیقار تے شاعر، عالم فاضل بندے
کتنے دنیا دار کمینے، ظالم لوک درندے
کتنے قیصر، کتنے کسریٰ، ذوالقرنین سکندر
قبراں وی محفوظ نہ رہیاں رل گئے خاک دے اندر
چندر دے پاسے ڈیکھ اے تیکوں سارا حال سنڑیسی
میڈی ہر ہک گال دی جانی اے تائید کریسی
چندر نے ڈٹھا کئی لوکاں نے پریت دیاں قسماں چائیاں
چندر نے ڈٹھا کئی لوکاں نے لا کے توڑ چڑھائیاں

Scanned with CamScanner

چندر جہانگیراں کوڈٹھا، چندر فریدوں ڈٹھے
کئی سقراط ارسطو ڈٹھے چندر فلاطون ڈٹھے
شیشے وانگوں گلبدناں کوں ناچ کریندا ڈٹھا
حسن تے شعر تے موسیقی کوں جھمریں پیندا ڈٹھا
ول ایں چندر نے قبراں ڈٹھیاں اوہ وی آخر گیاں
روپ نگر دیاں وسدیاں رسدیاں جھوکاں خالی تھیاں
ٹر گئے تے مر گئے لوکاں دیاں سب گالہیں بھل گیاں
یاد دے تانڑے پیٹے ترٹ گئے سب کڑیاں رل گیاں
تیڈے میڈے بعد وی جانی آسن لکھ بہاراں
رنگ تے نور دیاں پینگھاں پوسن سانونڑ مینگھ ملہاراں
تیڈے میڈے بعد وی جانی نوری راتاں آسن
ساڈے وانگ محبت والے چندر تلے آ باہسن
کیڑھا ساکوں یاد کریسی کہیں کوں کیڑھی پوسی
تیڈا میڈا ایں دنیاں تے نام نشان نہ ہوسی
ایہ دنیاں ہے کوڑ تماشا غافل تھی ونج جانی
چندر دیاں کرناں لعل شراب اچ گھول کے پی ونج جانی

کیڑھا کل دیاں سوچاں سوچے کہیڑا دل کو لاوے
اج دی رات غنیمت جانڑوں کل آوے نہ آوے
دھرتی پئی سجھ دے چوگردوں سوسو چکر کھاسی
اج دی رات گولیندے رہسوں، اج دی رات نہ آسی

Scanned with CamScanner

اقبال

میں مسکین دے مسکن دے کل رات ہن بخت سوائے
چُپ، اُجاڑ، اندھارے کوں تقدیر نے چار نگ لائے
نور کنوں پر نور تھیا دل، ٹل گئے ڈکھ دے سائے
ادھی رات کوں خواب دے وچ اقبال نظارے آئے
عرض کیتم اے شعر تے فن دی ہفت اقلیم داوالی
سُتی قوم جگاونڑ ولا۔ اُجڑے باغ دا مالی
میں عاجز دے حال اوتے تیں نظر مہر دی بھالی
آکھس یارا درد تے سوز توں تھی گئی دنیا خالی
ساری عمراں قوم دی خاطر بانڑ مریندا رہیاں
راہ کنوں گمراہ تھیاں کوں رہ ڈکھیندا اں رہیاں
وچھڑ گیاں تے نکھڑ گیاں کوں ہکلاں ڈیندا رہیاں
خون جلا کے وحدت دے فانوس بلیندا رہیاں
آخر ہک ڈینہہ محنت میڈی رب نے توڑ چڑھائی
قوم میڈی آواز تے جاگی ہک مرکز تے آئی
صانع تھی فی سگدی، قوماں دی بے لوث کمائی

پاکستان وجود اچ آیا، رب نے آس بُجائی
لیکن ہنڑایں بد نظمی کوں ڈیکھ کے دل بیزارے
اتنے جلدی مسلماناں قول قرار وسارے
قوم دی وحدت تے پئی تھیندی ہر پاسوں یلغارے
مذہب تے بنیاد رکھوں تاں تھیسی بیڑا پارے

Scanned with CamScanner

انتظار

اج وی تیڈی رہ بھلیندے گذر گیا ڈینہہ سارا
اج دے ڈینہہ دی شام توں پہلے نظر م گھُپ اندھارا
پگھواں دی منڑ توں نندرائے بوٹے جھوٹے کھاندن
ایں ویلے دریاواں دے وچ پانڑی ہولے ویندن
شام دے رتے بدل سیاہیاں وچ کجلاندے ویندن
دھوڑاں دے وچ اوڈدے ذرے تھک کے باہندے ویندن
تھوڑی دیر دے کیتے وقت دے پیراں وچ زنجیراں
سانولے پس منظر تے کالے جھاڑ ڈسن تصویراں
پکھی جھاراں دے وچ اڈکے رین بسیرے لیندن
اچیاں ٹبیاں توں اجڑاں دیاں چنڑکیاں وجدیاں آندن
بنڑے چار چپھیر افق تے کالے روہ اٹھیسن
دید دے سارے ہڈ کے بھجن تانگ دے طاق ولیسن
جیویں کیویں جھاگ جھگیساں کل دیاں تانگاں لا کے
رات دیاں پوڑھیاں توں لاہساں امید دے ڈیوے چا کے

تیڈے بغیر

تیڈے بغیر بہاراں دے رنگ زرد اداس
اداس جیویں رنڈیپے تے پہلی عید آوے
اداس عشق دے نغمے، اداس حُسن دے رنگ
اداس لگدی ہے، ایہہ ساری گاہل وات میکوں
اداس جیویں شہریاں تے شام دا ویلہ
اداس جیویں وچھوڑے دی کالی رات میکوں
تیڈے بغیر ہے بے نور ذہن دی محفل
نہ زندگی نہ کوئی زندگی دا حاصل اے
عجب طرحاں دا سفر ہے کوئی نیں ساتھی
نہ کوئی رہ ڈسیندے نہ کوئی منزل اے
تیڈے بغیر ہے بے رنگ شاعری میڈی
اجاڑ گھر تے سیالے دی چانڑی جیویں
اجاڑ لگراں تے گھگھوواں دیاں شام کوں گالھیں
بغیر ساز دے بے تار را گنڑی جیویں

Scanned with CamScanner

شعر تے شاعر

دل دیاں گالھیں شعراں دے وچ جیڑھا شخص کریندے
لوکو کیا معلوم تسا کوں کتنے سُول بھگیندے
شعر احساس دے بھانبھڑ بالے، شعر کلیجہ کھاوے
شاعر دی تخلیق دے ویلے جان لباں تے آوے
شعر تونگری دل کوڈے کے اتنا اُچا چاوے
ہک اخلاص دی دولت ہووے۔ بئی کئی چیز نہ رہووے
نہ کوئی گھر نہ گھاٹ نہ کوئی ڈیس ٹھکانڑا ڈسے
شاعر کوں ایہہ ظالم دنیاں کوڑ فسانہ ڈسے
شعر نہ تحقیقات دا حاصل، شعر نہ علم کوں گولے
شعر تنڑداں روح دیاں چھکے شعر کتاب نہ پھولے
شعر اسمان توں گھنگھرو بدھ کے ناچ کریندا آوے
شعر انبڑے خالق دے سِر تے بجلی تھی کے ڈھاوے
شعر انسان کوں رِقت ڈیوے، دشمن دا غم کھاوے
شعر دا خالق ایں دنیا تے پاگل تھی کے رہوے
بلدی بھاہ دیاں لمبیاں کولوں جان چھڑاون سکھو
دِل کوں کھیں بئے پاسے لاؤ۔ اصلوں شعر نہ لکھو

پرانڑا قلعہ

رات پرانڑے قلعے تے ہک عارف مست قلندر
میلے کپڑے، حال پریشاں، کاسہ گلدے اندر
نچے، ٹپے، وجد دے وچ عرفان دے گیت سنڑاوے
ہک مٹی دا بھر کے چاوے پھوکیاں نال اوڈاوے
آکھے ایں مٹی وچ ڈیکھو، کئی سلطان سکندر
بادشاہاں دیاں ہڈیاں رل گیاں ڈیکھو خاک دے اندر
گل بدناں دی مٹی اتوں پھل نکلدے رہندن
قبراں تاں مسمار تھی ویندن ڈیوے بلدے رہندن
کتنے سوہنڑے لوک جنہاں دیاں ذہن توں لہہ گیاں یاداں
پھلاں دی صورت وچ نکلے، ہڈیاں بنڑ گیاں کھاداں
اوہ مندر موجود کھڑن ایں قلعے تے ہنڑ توڑیں
انہاں کھنڈراں دے وچ گولو ناچ کریندیاں چھوہریں
اتھاں حضرت خسرو والے ساز ستار کوں گولو
اتھاں خان مظفر غازی دی تلوار کوں گولو
مسلماناں دی تہذیب نے دم توڑے ایں جاتے
مولراج تے ساون مل دے گولو وہیاں کھاتے

جو کجھ کل بالج کے نئی، جواج ہے کل تائیں ڈھسی
نام خدا دا باقی رہسی بئی کئی چیز نہ رہسی

شرمندگی

زندگی میڈے کیتے ہاڑدی ساڑو دھپ اے
سر تے سجھ قدماں تلے سرخ انگارے جلدن
منہ جے کھولاں تاں میڈی بھاہ دے سنہری لمبے
سوز ڈیندن میڈی آواز کوں دیپک بنڑدن
سامنڑے بلدا ہویا ریت دا مارو تھل اے
جیکوں ڈیکھاں تاں میڈی چشماں دے پردے سڑدن
ایں مصیبت توں علاوہ میڈے چولے دے تلے
اوہ جہنم جتھاں احساس دے بھانبڑ بلدن
اے جیں دوزخ توں چھڑا سگدا ہے کیڑھا منتر
ہاں مگر اتنا خیال آندا ہے دل وچ اکثر
توں جے چاہندوں تاں میڈا چندر توں سوہنڑا جانی
توں میڈے بلدے تنوراں دی فضا وچ آ کے
جے کڈاہیں میڈے ماحول تے وس پوویں ہا
اپنڑیں مونڈھیاں تے سیاہ رنگ دیاں بدلیاں جا کے
توں میڈی گاہل تے ناراض نہ تھیویں جانی

Scanned with CamScanner

عشق دی سوچ دے انداز ہن اینویں جانی
عشق والیاں دیاں زمانے توں الگ قدراں ہن
ایہہ نیں جانڑدے انسان دیاں ڈو قسماں ہن
ہک اوہ بندے کے جیڑھے شین محل وچ رہندن
ہک اوہ بندے جیڑھے فٹ پاتھ تے سم پوندے ہن
انھاں ڈو بندیاں دے وچ فرق بہوں سارا ہے
جیڑھا انسان دی ہر سوچ کولوں بھارا ہے
سخت مشکل ہے زمانے تے اناں ڈو دا ملاپ
میں کہیاں ذکر چا چھیڑے بہوں شرمندہ ہاں آپ

نوکر دا بچہ

ہک بیوہ نوکر دا بچہ، بھولا بھالا تریں ورہیاں دا
منہ تے مٹیاں ننگ دھڑنگا سر توں ننگا، پیروں ننگا
جمدیوں، روندا، جمدیوں ڈُھا، چھوٹی عمراں پیار دا بکھا
ما دے پچھوں ٹر دا رہوے، سایہ تھی کے پھر دا رہوے
ما دی جھولی کوں سدھراندا ڈھاندا، پوندا، ٹھڈے کھاندا
ما نلکے تے کپڑے دھووے، ایہہ وی پچھوں آن کھڑودے
ماما دا پرچھانواں گولے، دھپ اچ ٹھڈیاں چھانواں گولے
گھر اچ مَاَ جے جھاڑو پھیرے اے وی پچھوں چاوے پیرے
بھانویں مالکہ واری کھپے، پچھوں آوے دھوڑاں جھپے
بچے دا دل پیار تے منگے، ماء نمانڑی بول نہ سگے
بُکھی ماما جھوبلا کھا کے پلکاں تے دھوڑاں کوں چا کے
روندے بال کوں گل چا لاوے، اوں ویلے ڈوڑا کر لاوے
اجل چیت ہک بجلی ڈھووے، بیگم گھر کوں سِر تے چاوے
چھوہرا، تیکوں شرم نی آندی، ان ڈھلکاندی اُن پُسلاندی
شام نہ تھیوی جھاڑو ڈیندیں، بال کھڈیندیں، لاڈ کریندیں

روزدا مرنا نتیں بھگیندا، تیڈے کولوں کم نی تھیندا
رکھ ِگھنوں کھیں بتے نوکر کوں چھوڑڈے نوکری بھج ونج گھر
کوں
"بی بی میڈا کوئی گھر کے نی "خیر اتھاں وی لنگر کے نی
روٹی کھانویں، کپڑے پانویں، کم دے ویلے بال کھِڈا نویں
ایں منزِل تے ماستا ہارے، ما بچڑے کو چاٹاں مارے
جیرڑھے ویلے مار کھڑودے، ماوی رووے بال وی رووے
جِھڑکاں کھاندا نیر وہیندا، جے اے بچہ رہ گیا جیندا
ایہہ بنڑسی اِنسان دا دشمن، مال دا دُشمن جان دا دُشمن
ایندے دل وِچ رحم نہ ہوسی، ایہہ سڑکاں تے بندے کوہسی
پئے مُلکاں تے وَنج وچیسی، ایہہ لوکاں دے بچے چیسی
انہیں ڑا بچپن یاد کریسی ایہہ ماڑیاں کوں بھائیں لیسی
جے کُجھ ایندے ہتھ وچ آیا۔ اے بنڑسی عِزرئیل دا سایہ

ترجمہ

(امیر خسرو)

اج رات سنڑ ٹیم میڈے گھر دے وچ میڈا چندر توں سوہنڑا یار آسیں
دل جان فدا انہاں رستیاں توں جتھوں یار توں پھیرا مار آسیں
ٹولے ہرناں دے سب جنگلاں وچ سر چائی ودے ہن تلیاں تے
فقط ایں امید تے پھردے ہن کھیں ڈینہہ توں کر زڑ شکار آسیں
تیکوں بھنڑ نہ ڈیسی عشق میڈا، تیکوں چھک پوسی مجبور تھیسیں
جے جنازے تے کئی دیر کیتو، میڈا بچھدا تورڑ مزار آسیں
میڈی جان لباں تے آ گئی ہے، ہُنڑ وقت ای آن بچا میکوں
میڈے بعد مر زڑدے یار میڈا، دل آیوں تاں بے کار آسیں
پہلی وار تاں آن کے خسرو دا، دل، دین تے صبر قرار گھن گیوں
کوئی چیز نئیں جیرڑھی پیش کراں، جداں ڈوجھی ترتیجھی وار آسیں

دل دے راز

میڈے ہوٹاں کوں سی چھوڑو
میڈے دل اچ راز ہن لوکو
راز میڈے دمساز ہن لوکو
مشکی پھنیر نائگاں وا کوں
سینے وچ لہراندے رہندن
میڈی سوچ دے دروازیاں تے
چھجلیاں کڈھ کے پہرہ ڈیندن
راز میڈی رت پی کے جیندن
راز کلیجہ کھاندے رہندن
راز جنہاں کوں دل وچ رکھ کے
جسم تے روح لرزاندے رہندن
میڈے ہوٹاں کوں سی چھوڑو
ایں اُٹھدے طوفان کوں روکو
میڈے منہ کھولنڑ توں پہلے
میڈے ہوٹاں کوں سی چھوڑو
میں بولیم تاں بھانبڑ بلسن

گھاٹیاں، لال، اندھاریاں گنجلکن
اچیاں ماڑیاں لوڈے کھاسن
منبر تے محراباں بلسن
تلویں، اتلی، ہک تھی ویسی
کجھ اے جہیں حالات بدلسن
اوں ویلے توں ڈر کے لوکو
ایں اٹھدے طوفان کوں روکو
میڈے دل وچ راز ہن لوکو

Scanned with CamScanner

اوکھا پینڈا

بیابان بَروچ پئی قافلے کوں
میڈے دوستورات کالی اندھاری
نہ گھبراؤ قائم رکھو حوصلے کوں
انوکھا سفر ہے تے راہ پر خطر ہے
مصائب دی ایں جاتے بھرمار تھیسی
اگر بہہ گیودے تاں اے یادر کھو
خدا نہ ڈکھاوے او یلغار تھیسی
تساڈے بزرگاں داناں تک نہ رہسی، خدا نہ ڈکھاوے او یلغار تھیسی
میں قوماں دی تاریخ کوں جانڑداہاں میڈے دوستو اے بُرا نہ منیسو
تساں جان اپنڑی بچاونڑ دی خاطر، تمدن وِچیسو تے تہذیب ڈیسو
تساں اوپریاں وانگ گالھیں کریسو، وفا تے مروّت دے قصے نہ رہسن
تساڈے تمدن کوں لوک آکے روسن، تساڈیاں کتاباں دے ورقے نہ
رہسن
بلیسو نہ خواجے فرید نڑدی بولی، لٹیسن تساڈے ادب دے خزانے
تساڈے گھراں دی شرافت تے اخلاص دے دوستول نہ رہسن فسانے
اساں مُنفرد لوک ہیں ایں وطن وچ کم آزار بندے وفا دار بندے
شجاعت دے وارث شرافت دے پیکر، خدا ترس بندے حیادار بندے
خدا جانڑے ایں گھپ اندھارے دے اندر کیڑھے توڑ چڑھسوں کیڑھے
رہ تے باہسوں
خدا جانڑے کتنے چڑھایاں تے چڑھسوں، خد جانڑے کتنیاں لہائیاں توں
لہسوں

اندھارے اینویں قافلے کوں ڈرینیدن میڈے دوستو اپنڑی ہمت نہ ہارو
جے یکجان رہسوارے پہنچ پوسوں فقط چار قدماں تے منزل ہے یارو

ہمیشہ اینویں رات کالی نہ رہسی، اندھیاراں دا آخر جنازہ نکلسی
خدا ساڈی محنت سچائی کریسی، اے مارو جبل ساڈے رستے توں ہٹسی

Scanned with CamScanner

سنجیاں سالہیں

تھلدے ہاں وچ لگیاں جھوکاں
بلدَے ریت تے ٹبیاں پچھوں
بھُردیاں کندھاں ، اُجڑے کھولے
چھپّر کاٹھ کباڑے مٹُوں
وچ ہک اندھے کھوہ دا ٹوُبہ
وقت تے ریت بھرے نت جیکوں
ساھمڑیں کھجیاں داہک جوڑا
تُرتُرڈیکھے ایں سنج برکوں
آہدن پچھلی رات دے ویلے
جاں اے ریت دے ٹبے ٹھرِدن
لہندے چن دیاں پیلیاں کِرناں
سنجیاں سالہیں وچ آوڑدِن
اسماناں توں پوڑھیاں لاکے
کئی ان جانڑو بندے لہندِن
گنگھروتے پازیباں وجدِن

اے ڈو کھجیاں جھوٹے کھاندن
پیلا چن تے بُڈُّدے تارے
جھمریں پیندن، وجد وچ آندن
لیکن جاں ول پو پھٹدی اے
اے سب رونڑکاں ویندیاں رہندن
انہاں سنجیاں سالہیں وچوں
رونون دیاں آوازاں آندن

Scanned with CamScanner

ڈُو نگریاں

اُوں نِگرَی توں آیاں جیڑھی رازاں والی نگری
جانڑپچھانڑ۔ سوجانڑ توں باہر اندھی کالی نگری
جِتھاں اندروں، باہروں بیہوشی دے پہرے رہون
جیں نگری دے دروازیاں کوں یاداں ہتھ نہ لاون
ہُنڑاو خواب دی سوہنڑی جنت ذہن دے وچ نیئں آندی
بھُل ونجڑا ہے عادت میڈی کئی شے یاد نی رہندی
اتنا جانڑداں کھیں نگری توں سفر کریندا آنداں
اَن ڈِٹھڑیاں راہاں تے ٹُردا۔ جھاگ جھگیندا آنداں
لاہیاں چاہڑیاں دے وچ رستہ جھلمل جِھلمل تھیوے
کُجھ نظرے کُجھ مُول نہ نظرے اوکھیاں پیر چوَیوے
رات مَریلی ہر پاسوں بدلاں دی گاج سُنڑیوے
کنڑ منڑ دیو چپہ بجلیاں چمکن تاں کُجھ رہ ڈِسیوے
کَئی آوازاں پچھوں سڈّن کئی پاسیاں تو آوِن
سامنڑے انیرھی بے سمجھی دے کالے بھُوت ڈراوِن
ظالم رہ دے دِکھڑے ڈُھوڑیاں ایں جَیں ہوش بھُنوایم

یاد نی آندا کتھوں آیم۔ کِن آیم۔ کیُوں آیم
سامنڑے بَس ہِک نِگری ڈِسدی۔ ڈُوڑُے گُھپ اندھارے
جِتھاں ٹھڈّیاں گُوڑھیاں چھانواں۔ چندر ڈِسے نہ تارے
وقت جِتھاں غش کھا کے ڈھاوے چھوڑ ونجے رفتاراں
جیں نگری دے چار چفیروں خواباں دیاں دیواراں
سوچاں اوں نگری کوں سمجھنڑ کیتے سِکدیاں رہون
جَیں نگری دی گالھہ کریندے۔ ساہ لباں تے آون
اوہ نگری ہے منزل میڈی۔ پکے ڈیرے لیساں
ایڈا او کھا ٹُردا آیاں ول نہ پیر کڈھیساں
مَیں ہر چیز بھلا ونڑ والا کیکوں یاد کریساں
دل آہدے او نگری وِچ ایں رہ کوں وی بھل ویساں

کچا بیٹ

پار چنھاں دے کچے بیٹ اِچ
فجریں کال کڑچھی بولے
رُوح دا چَین نِگاہ دی ٹھاڈِل
نِتری صاف ہوا دے جھولے
سِجھ دیاں کِرناں بَدلے دے وچ
رنگ برنگی بانڑے کھولے
پانڑی دی پھاٹاں نے پاتے
رتے۔ ساوے۔ پیلے چولے
کھجیاں دے کئی ایر نظر دن
سامنڑے دُور سیاہیاں اولے
آہدِن انھاں کھجیاں پچھوں
چِٹے پکھ ہِک بیڑی کھولے
کئی وِچھڑیاں رُوحاں کوں چا کے
ٹُردی رہوے ہولے ہولے
مَوت دیاں کالیاں سیڑھاں دے وچ

پرم نگر دے پتنڑ گولے
کِتنیاں صدیاں توں اے بیڑی
لوک اِتھوں دے آہدِن بھولے
پچھلی رات کوں ظاہر تھیوے
دُور اُنھاں کھجیاں دے اولے
آہدن پریت کوں مَوت نی آندی
موت دے بعد وی ہوندِن رولے
پار چنھاں دے کچے بیٹ اِچ
فجریں کال کڑچھی بولے

اظہار

جیویں جنکشن کولوں ریل دیاں پٹڑیاں گڈمڈ تھیندن
جیویں تیز اندھاری دے وچ تھل دے رہ و نجیدن
ایویں تیڈے ساہمڑیں آ کے اے جیں ہوش مریندن
لفظ نی لبھدے بولنڑ کیتے سو سو بانڑ کریندن
چوڈویں رات دا چن نظراں توں جاں اوڈھر تھی ویندین
مَیں کیا جانڑاں کھیں نگری تے ونج کے نور کھنڈیدیں
کالی رات دے اندھے کھوہ وچ جانڑ کے دِھکا ڈیندن
وَل پچھدیں کیا حال ہے تیڈا کیڈا ظلم کریندیں
کون ڈکھاوے تیکوں میڈیاں اکھیں دی ویرانی
جیویں تھل اِچ ریت دے ٹِبے تے ڈو اُجڑیاں سالیں
کیوں تیکوں محسوس نی تھِیندے دل دے بھانبھڑ بلدے
کیُوں نیں سُنڑدا کنبدے ہوٹھاں دیاں اَن کیتیاں گالیں
ڈیکھ میڈے ہنجوواں دے موتی دِل وچ کِر کِر ڈھاندے
اے انمول خزانے جانی لفظاں وچ نی ماندے
کچ کرور دے ڈیوے ایڈھی لاٹ کوں جھل نی سنگدے
بلدی بھاہ دے لمبے لفظاں دے وچ ڈھل نی سنگدے

سوچاں

کھیں کھیں ویلے سوچ سوچیندا ں کیا کیا تھیندا ڈٹھم
ہَر شے وانگوں دین ایمان دا سودا تھیندا ڈٹھم
بکھ توں شعر تے فن کوں کوڈیاں دے مُل وِکدا ڈِٹھم
عِلم آلیاں کو بے عِلماں دے سہرے لِکھدا ڈٹھم
کوڑ دے سر تے بخت اقبال دا سایہ پَوندا ڈٹھم
سچ کوں ہَر میدان اِچ بازی ہَار کے روندا ڈٹھم
پیر فقیر سوداگر ڈِٹھم۔ مَوج بَہاراں ڈِٹھم
تن تے نوری جَامے ڈِٹھم۔ کوٹھیاں کاراں ڈِٹھم
وَنج مسیتے جَھاتی پایم بُغض پَلیندا ڈِٹھم
سُنی شیعاں دے پِٹڑیں دا جَھانڑ جَھڑیندا ڈِٹھم
ظالم بیدردی دُنیاں نے آخِر لکھے نوحے
کِتنے عالم فاضِل بندے سڑکاں تے رُل موئے
کتنیاں تانگاں۔ کِتنیاں سَدھراں زر توں صَدقے تھیاں
کِتنے ہیراں رانجھے چھوڑ کے کھیڑیاں دے گھر گیاں

رات دا راہی

ویلے دے رات ادھی دی پوہ

→

پوہ دی ادھی رات دے ویلے
سَر تے بار دی گنڈھڑی چا کے
تھل دے بٹیاں وِچ ہِک راہی
ٹُردا آوے گنڈھ نوائی
مونڈھیاں تے ہِک چادر موٹی
جِرڑے ہتھاں دے وچ سوٹی
رَات دے راہ ولا نویں نظرن
سوگھاٹے پَرچھا نویں نظرِن اکھ بَھالنڑ توں سنگدے نظرِن
تارے ٹھڈ توں کنبدے نظرن
وہشتناک ڈھکالا نظرے
چندر گرہنڑ وِچ کالا نظرے
اوچیاں ٹبیاں اوڈِھر نظرِن
جناں بھوتاں دے سِر نظرن
چُپ دیاں کئی آوازاں اُٹھن
جیرڑھیاں کَن تائیں پہنچ نہ سَگِن
گُھس بھس ہوش بھوبندی نظرے

ہَر شے گاہل کریندی نظرے
تَھل دیاں لاہیاں چاڑھیاں نظرِن
ریت اِچ محل تے ماڑیاں نظرِن
تَھل کُھَیرڑ دے دُھوں اِچ نظرے
ہَر شے موت دے مُنہ وچ نظرے
پیرے نظرِن اگوں ویندے
پیرے ریت اِچ رہ بَنڑیندے
ہِک گالھوں دِل ہَلدا نظرے
گوئی پیرا نہ وَلدا نظرے
ڈیکھنڑا ڈینہ نِکلنڑ توں پہلے
کالے رَاہاں وِچ مرویسی
ظالم رات دا گُھپ اندھارا
ایں راہی دا گُھٹ بَھرویسی
صَدیاں توں اے کملے راہی
اینویں رات اِچ ٹُردے رہندِن
سچ دے نور کوں گولنڑ کیتے
رات دے ہاں وِچ تردے رہندن

رات نی ممدی ڈینہ نی تھیندا
ایہہ ڈہندے اے مردے رہندن
پر جیڑھے پیرے لادیندن
وقت دے نال اُبھر دے رہندن
رات دے کالے سینے اُتے
چندر دے وانگ نِکھر دے رہندن
آہدِن جاں اِتھ ڈینہ تھی ویسی
ہَر شے اصلی رُوپ وِکھیسی
رازاں دے دروازے کُھلسِن
لوک اناں پیراں کُوں چمسن

تھل دی کھجیاں،

تھل دیاں کھجیاں
بخت دے ساوے چَھتر جُلیندیاں
سر اسماناں نال رلیندیاں
ہاڑی دی ساڑو دھپ دیاں دھیاں
ریت دے ہاں دے کھیر تے پلیاں
ناں پانی دیاں تانگاں رکھن
ناں قدماں وچ گوڈی منگن
لوک انہاندے میوے کھاون
ایہہ کھیں دا احسان نہ چاون
بادشہزادیاں رجیاں کجیاں
تھل دیاں کھجیاں
کیڑھا گذریاں وسریاں جانڑے
کون انہاندی شان سجانڑے
اے حوراں کھیں دیس توں آیاں
کیویں تھل وچ جھوکاں لایاں

Scanned with CamScanner

آہدن اج توں صدیاں پہلے
اِتھوں دین دے غازی گذرے
حق دا راہ ڈکھاونڑ والے
جندڑی گھول گھماونڑ والے
نوری بندے، نور کھنڈیندے
بلدی ریت تے سجدے ڈیندے
میاں متوں تلواراں چاکے
خرے کھیسیاں دے وچ پاکے
سُنج تھل۔ بروچ فیض کھنڈا گئے
گکڑاں سٹ کے کھجیاں لا گئے
اج وی جاں تھل وچ ڈینہ لہندے
ریت تے خون اوندا ویندے
تھل وچ ٹھڈیاں ہیلاں گھلدن
ڈکھ تے درد دے دفتر کھلدن
کھجیاں ہک بئے کوں گل لیندِن
پچھلیاں گالیں یاد کریندن
گذریاں صدیاں رجیاں، کجیاں، تھل دیاں کھجیاں

بت پرست،

توں نہ ملدوں بئے کھیں بت دی اینویں تانگ کریندم
اینویں صدقے گھولے تھیندم۔ اینویں سجدے ڈیندم
ہر پاسوں الہام سنڑیندن۔ غافل تھی نی سنگدا
میں پوجا توں فارغ تھی کے۔ لحظہ جی نی سنگدا
توں وی میڈا بت ہیں جانی۔ تیکوں آپ بنڑایم
تیڈیاں زلفاں کوں اپنڑے جگر اتیاں نال سجایم
میڈی ڈات ہن لمبیاں پلکاں۔ کالے نین شرابی
میں بخشیا تیڈے سوہنڑے ہوٹاں کوں رنگ غلابی
میڈا فیض تیڈے چہرے تے نور ازل دیاں جھلکاں
میڈی دید نے جوڑیاں تیڈے روپ دیاں نوکاں پلکاں
سجھ دیاں پہلیاں کرناں انپڑے ہنجواں وچ چمکانواں
میں شاعر میں تاریاں دیاں اکھیاں وچ کجلے پانواں
ہر پاسے ہن یار دے جلوے جتنے دید بھنواواں
انپڑے بُت خود آپ تراشاں، آپے سیس نواواں
روپ نگر دا واسی میں کھیں سوچ دے وچ ناں مانواں
ڈینہ گذرن بت خانیاں دیوچ رات مسیت سُہا نواں

مانڑنہ کراے روپ دے سائے ولدے ڈھلدے رہندے
اے کچی پنسل دے خاکے روز بدلدے رہندے

خواجہ غلام فرید علیہ الرحمتہ

سندھ دریا دیاں کندھیاں اوتے
وستیاں ہن پتنڑاں دے نالے
فجریں چڑھدے پاسوں ڈسدن
رت دے وہندے کئی پرنالے
ایں رتے پرچھا نویں اندر
ساوے نیلے۔ رکھ کھجیاں دے
پچھلی رات دے ویلے اٹھدن
کھل ملانڑے بیڑیاں والے
ڈینہ دے پہلے پور کوں چیندن
کئی روندیاں روحاں ٹکھڑیندن
نندرایاں اکھیں وچ ہنجوں
وچھڑ ویلے ڈو سجنڑاں دے
ڈھل گئی رات تے گاہل نہ مکی
ہوٹھ سویج گئے سخناں دے
ٹھڈڑے ساہ تے ٹھڈڑا ویلہ

Scanned with CamScanner

ڈوڑے بھڑکن بھانبڑہاں دے
اکھیں پچھن اکھیں کولوں
ڈینہ ٹمکِن کیویں تانگاں دے
برہوں دیاں کالیاں راتیں نظرن
لمبے پینڈے روہ ڈھکھاں دے
ڑوینڈن درداں دے مارے
پیر فرید دے گانوڑ گاندے
اے کافیاں درداں دے داروں
اے نغمے ہن ٹھاڈِل ہاں دے
تردے رہسن سندھ دے اتے
ڈیوے اوں لجپال دے ناں دے

اے انسان

اے انسان جیڑھے فُٹ پاتھاں تے راتیں کوں سمدِن
سارا ڈینہ سڑکاں، گلیاں، بازاراں دے وچ رُلدن
اے انسان جنھاں دیاں صفتاں ڈنگراں کولوں اُتوں
ہک منجھلاَ۔ ہک پاڑیا چُولا۔ جُتی ٹیکے متوں
سیل تماشہ ڈیکھنڑ کیتے ہر جاتے کھڑویندے
ڑدی پھر دی محنت کرکے اپنڑا پیٹ بھریندے
اے رُل پھٹ وچھیراں وانگوں بھجدے درھکدے رہندے
اے انسان جیڑھے ہٹیاں تے چَڑدے۔ چگدے رہندے
پتھراں وانگوں پنڈے جیویں کھیں فنکار نے ڈھالے
پوہ دے گگراں جائے ہاڑ دیاں دھپاں ہاں تے پالے
اے انسان جنھاندی محنت عرش توں رزق لہاوے
اے انسان جنھاندا اکھٹیا۔ ہر کوئی بہہ کے کھاوے
اے انسان جنھاندے ہتھوں۔ جھولیاں بھرن زمیناں
اے انسان جنھاندے خون تے چلدن سب مشیناں

ہنڑاے بندے آہدن کجھ کجھ ہوش دے وچ پئے آندے
اے انسان سنڑے راتیں کوں کٹھے تھی کہ بہندے
کیا آہدن کیا سوچ کریندن کون انہاندی جانڑے
بخت آلیاں دے بخت سلامت۔ گالہے کنڈوں رانڑے

انپڑے وطناں تے

کیوں گھبراندیں۔ تھوڑی دیر اچ
ترٹ پوسی۔ اے ظالم پنجرہ
کھٹ پوسن اے قید دے ڈکھڑے
اُڈویسیں انپڑے وطناں تے
تیڈا گھر ہے پاراوں جاتے
جتھ زمین اسماں پئے رلدن
ڈونگھیاں کالیاں جھیلاں پچھوں
گھاٹے جھاڑ شریہاں والے
مٹھڑے موسم۔ ٹھڈڑیاں چھانواں
پرسم نگر دیاں بادشزادیاں
رتے پٹ دیاں پینگھاں جھوٹن
ہتھ وچ ساویاں ونگاں کھڑکن
ہر جنبش تے کالیاں زلفاں
ساون ہاں دیاں بدلیاں وانگوں
ٹھاڈلیں چاکے ادڈدیاں آون

Scanned with CamScanner

کھوہ دی روں روں دیاں آوازاں
اینویں ذہن تے پوون جیویں
خواباں دی نگری دی رانی
ڈینہ لہندے بدلاں دے اوڈھر
تاریاں دا سُر منڈل چاکے
شام کلیاں دی ٹھمری گاوے
توں اوں باغ دا پکھی سوہنڑاں تیکوں کن تقدیر گھن آئی
ایں سنج بروچ
کوڑ فریب تے دروہ دے گھر وچ
کیوں گھبرانویں۔ تُرٹ پوسی اے ظالم پنجرہ

لکھ شکرانے

لکھ شکرانے ذات تیڈی دے
کیڈے فیض کتوفی
اوہ اکھیں بخشیوفی۔ سپیاں دے وچ گوھر ڈہیداں
کئی شے میں توں اُوڈھر کے فی۔ باطن۔ ظاہر ڈہیداں
اسماناں دے کتبے پڑھداں۔ نور دے دفتر ڈہیداں
راگ دی روح کون سازدے تاراں دیوچ مضطر ڈہیداں
ہر بربادی وچ خوشیاں دے کوٹ اُسر دے ڈہیداں
کالی رات دا بوچھڑ پاکے۔ چندر ابھر دے ڈہیداں
لکھ شکرانے ذات تیڈی دے
اوہ کن دان کتوفی کلیاں دیاں چٹکاراں سُنڑداں
پُھل تے ڈیندی تریڑدے قطریاں دیاں گفتاراں سنڑ واں
آونڑوالی رُت دیاں پیراں دیاں کھِکاراں سنڑداں
ہر پاسوں گھنگھرو پازیباں دیاں چھنڑکاراں سنڑداں

میں فطرت دا سنگتی میڈیاں محرم راز بہاراں
میڈے نال آحال وڈیندن ساون مینگھ ملہاراں

Scanned with CamScanner

لکھ شکرانے ذات تیڈی دے
مٹھڑے ہنجواں والا چشمہ دل ہک بخش کتوئی
آب حیات اچ پارے دا کوئی کشتہ گھول ڈتوئی
تس دیاں ماریاں امیداں اتھ آن کے پیاس بجھاون
اتھاں شعر احساس دے کیتے ٹھوٹھے چاکے آون
ایں چشمے تے اسماناں توں نوری قافلے آون
چانڑی رات اچ چندر دی کھڑکی کھول کے حواراں لہوَن
لکھ شکرانے ذات تیڈی دے

قیدی سوچاں

تیڈیاں زلفاں دی سیاہی دی قسم
اج دے انسان دیاں سوچاں کہیں اندھے کھوہ اچ
موت دے خوف توں سہمے ہوئے یوسف دی طرح
کتنیاں مجبور تے بے چارہ ہن
نہ کوئی رخنہ نہ غرفہ نہ کوئی جالانہ در
نہ کوئی رہ گذر
نہ کہیں دور دے بٹیاں او توں ٹلیاں دی سُنڑینڈ
نہ کہیں قافلے والے دی اُمید
دور توں رہ وٹاون جتھوں سجھ دیاں کرناں
چندر گذرے تاں سیاہ بدلاں دا برقعہ پا کے
جتھ روایات تے اوہام دے کالے حبشی
ہتھ دے وچ خون دیاں لوڑیاں ہویاں برچھیاں چاکے
رات ڈینہ جاگدے پہرے ڈیندن
تیڈیاں زلفاں دی سیاہی دی قسم
تیڈے چہرے دی صباحت دی قسم

Scanned with CamScanner

اے خبر نیں جو کڈاہاں آسی مگر آسی ضرور
وقت جاں سوچاں دیاں اکھیاں اُوتوں پٹیاں کھلسن
دھند دے صدیاں توں مارے ہوئے جندرے لہسن
روشنی تھیسی۔ اندھاریاں دے ڈہاڑے کھٹسن
سوجھلے عرش توں سوچاں کوں گولیندے آسن
تنگ غاراں دے وچوں نور دے چشمے پھٹسن
جڈاں افلاک توں سوچاں کوں بُلاوے آسن
جڈاں سوچاں دے اگوں چندر تے تارے نِوسن
تیڈے چہرے دی صباحت دی قسم

نعتیہ نظم

عالم دی تخلیق دا باعث، ہر مخلوق تو اعلے
بعد خدا دی ذات دے سب توں اوچیاں شاناں والا
حوراں جن فرشتے جیندے ناں داورد کریندن
پنجے وقت فضائیں جیندے کانڑ گواہی ڈیندن
جیندے ناں دیاں بانگاں سنڑکے شام دے ڈیوے بلدن
جیندے ناں تے فرزیں ویلے ڈینہ کو سوجھلے ملدن
ہک ڈینہ کہیں منزل دے پاسے سفر کریندا رہیا
رہ دے وچ ہک درخت تلے۔ قربان تھیواں سم گیا
ہک کافر نے آپ کو ستا جانڑ کے موقع پاتا
احمق نے کونین دے وارث کوں بے وارث جاتا
پاک نبی دے سینے تے تلوار دی نوک ٹکایس
گر گیا خالق دیاں نظراں توں۔ اُچا بول الایس
آکھس ڈس اے کرماں والا کون تیکوں چھڑویسی
کیڑھا ایں تلوار دی دھار دا رستہ آن رُکیسی
کن گئے تیڈے ناں توں صدقے تھیونڑ والے سارے

ہنڑویلا ای۔ کر اپنی مجبوری دا اظہارے
خواب کولوں بیدار تھیاتے کھل پیا دین دا والی
اندھے ذرے ڈٹھوں خورشید نے نظر مہر دی بھالی
آکھیس کملا موت خیاتی رب دے ہتھ وچ ہوندی
ہک اوذاتے جیکوں ساری کبر وڈائی سوہندی
جے چاہوے تاں بلدے بھانبڑ دے وچ یار بچادے
جے مرضی آوس تاں چڑیاں کولوں باز مرادے
ہتھ وچوں تلوار ٹکل کے ڈھ پئی بول نہ سنگے
جیویں تریڑدا پھینگا۔ سہج کوں سامنڑے ڈیکھ کے کنبے
کلمہ پڑھدا۔ اللہ دی توحید دا ذکر کریندا
پاک رسول دے قدماں دے وچ ڈھ پیا نیر وہیندا

ترجمہ غزل علامہ اقبال

اپنڑے آپ کو ہولا کر کے لبھدا وت نہ یاریاں
درد دے نال جو واقف تھی گئیں سٹ گھت سنگتاں ساریاں
کے تائیں بادشاہاں دے در تے متھا ونج رگڑیس
کجھ انپڑے خالق توں سکھ گھن نازاتے سرداریاں
یاراں میڈے درد فراق دے سوز توں لذتاں چایاں
اوندے گھر دے سامنڑے کھڑ کے اے جیہاں کیتم زاریاں
زور جوانمردی دا عشق کوں ہک ڈینہ اوں جانیسی
جتھاں اوندیاں نظراں توں ڈھ پوسن سب دلداریاں
انہاں مسلماناں کولوں بھج ایمان بچا کے
جنہاں مسلماناں چایاں کفر دیاں ٹھیکیداریاں

Scanned with CamScanner

آدم دی اولاد دیاں نظراں

آدم دی اولاد دیاں نظراں
چیر گیاں اسماں دا سیناں
مٹی دی چھک دروُہ توں باہر ونج پوہتیاں اوں جاتے جتھاں
بے وزنیاں ۔ بے انت فضاواں
پادھ ۔ پچھاد ۔ نہ اُبھا ۔ لمّاں
جا جا لاٹوں وانگوں بھوندے
نیلی بھاہ دے بلدے گولے
ہر گولے دے چار چھیروں
کینّدیاں بھجدیاں ۔ نچدیاں گینداں
وکھریاں گینداں ۔ وکھرے موسم
کئی اسمان تے کئی زیناں
کون حساب دے دفتر پھولے
کتنیاں گینداں ، کتنے گولے
کئی دنیا نواں ڈیکھ کے ولیاں
آدم دی اولاد دیاں نظراں
جاں انہڑے پیراں وچ پیاں

ذرے ذرے وچ لہہ گیاں
ذرّیاں دی جھولی وچ ونج کے
آدم دی اولاد نے ڈِٹھے
طاقت دے بھرپور خزانے
طاقت جیہڑھی عرش کنباوے
ڈیکھنڑ بھالنڑ وچ نہ آوے
طاقت جیندا زور ڈھہا کے
ہر ڈاڈھا ہینڑے کوں کھاوے
جنگل ساڑے بیلے ساڑے
وسدے رسدے شہر اجاڑے
اوں طاقت دے ہاں وچ گیاں
آدم دی اولاد دیاں نظراں
آدم دی اولاد دیا نظراں
چار چپھیروں بھوندیاں رہیاں
آنپڑے آپ کوں ڈیکھ نہ سنگیاں
ذرے ڈالنڑ والیاں نظراں
دل وچ دُھکدی بھاہ نہ ڈِٹھی

Scanned with CamScanner

چن تے پیر ٹکاو نڑاوالیاں
حق انصاف دی راہ نہ ڈٹھی
ظالم تے مظلوم نہ ڈٹھے
سچ آکھنڑ دی واہ نہ ڈٹھی
گھاٹے شہراں دے جنگلاں وچ
ہر شے ڈٹھی - چاہ نہ ڈٹھی

آدم دی اولاد دیاں نظراں
سب کجھ ڈیکھ کے اپنڑے کیتے
اینویں سمجھو اندھیاں تھیاں
آدم دی اولاد دیاں نظراں

لکھاں صدیاں پہلے

اج توں لکھاں صدیاں پہلے - ادھے ڈینہ چنگے ہَن تیڈے
جنگلاں دے وچ ڈینہ کوں ڈیرے - غاراں دیوچ رین بسیرے
منہ دی صورت کھاڈی مُتوں - وال تیڈے بھر بھٹیاں اُوتوں
ننتگ نموزدے جھنگڑے کے ناں - جتی کے ناں - کپڑے کے ناں
روک ادھار دے کھاتے کے ناں - سوچاں دے جگراتے کے ناں
ناں مندراں وچ سنکھ وجیندے - ناں گرجیاں وچ ٹل کھڑکیندے
نسلاں - قوماں ذاتاں کے ناں - کاغذ، قلم، دواتاں کے ناں
کوڑ - فریب وڈائی کے ناں، مذہب کے ناں - شاہی کے ناں
جھیڑے کے ناں - جھُورے کے ناں - سکے کے ناں سوہرے کے ناں
جولبھ ونجی پیٹ اچ گھتیں - ڈنگراں وانگوں چردا وتیں
رلے ونج شکار کر آنویں - رلے باہویں - رلے کھانویں

Scanned with CamScanner

بکھا ہانویں ننگا ہانویں۔ اپنڑی جنس دا دشمن نانویں
اوہے ڈینہ چنگے ہن تیڈے

اج تیڈیاں افلاک تے دھاکاں تیڈے ہتھ فطرت دیاں واگاں
سب کجھ تیڈے وس دے اندر۔ دریا جنگل۔ روہ۔ سمندر
لکھیاں مُوہاں فصلاں چانویں۔ انپڑیں گھروچ بہہ ورتانویں
کتیاں۔ بلیاں تائیں ورسانویں۔ کھیں انسان تے رحم نہ
کھانویں
آدم زاد دے کم نہ آویں۔ بچدے آن کوں بھاہ چالانویں
بکھیاں ننگیاں توں منہ موڑیں۔ کھیر دی نہر سمندریں لوڑھیں
بےَ پاسوں ارباں مخلوقاں، بکھ توں مردیاں مارن کوکاں
بکھا ڈھانچہ بال کھیں دا۔ مر گئی ماء داہاں چھکیندا
کال دے چکر دے وچ آندے۔ لوک ابال کے چمڑے
کھاندے
انپڑا دشمن۔ اپنڑا قاتل۔ واہ تیڈی تہذیب دا حاصل
اوہے ڈینہ چنگے ہن تیڈے
اج تو لکھاں صدیاں پہلے

چنھاں دیاں لہراں،

رنگیل خواباں دی جھلملاندی کھیڑ کولوں نکل کے آندیاں
پرسم نگر دے سینڑ ہے چاکے۔ وفا تے الفت دے گیت
گاندیاں
چنھاں دیاں لہراں
اجنڑوی جھڑیںنہ دے موسماں وچ
جڈاں کوئی چندر چوڈویں دا
سیاہ بدلاں دی اوٹ تھیندے

ہزار روحاں جنھاں محبت دے واسطے انپڑی جان واری
حسین پریاں دے روپ دے وچ
سیہ بدلاں دی پھاٹ کولوں
نکل کے کونجاں دے وانگ لہندن
انوں اندھاریاں منڑاں تے ڈسدی
لسکدی بجلی دے وانگ بھجدی
دلیر نینگر حیا دی مورت
گھڑے کوں اپنڑی وفا دا زیور

سمجھ کے سینے تلے لکا کے
چنھاں دیاں لہراں تے کھیڈدی اے
جھبارو کپڑے، ترمدّیاں زُلفاں
تڑپدّے بازو۔ چھنڑکدیاں ونگاں
سیاہ پلکاں دے وچ چمکدے وفا دے موتی
ہزار خطرے تے لکھ اُمیداں
اگوں ذرا تھوڑی دور ونج کے
گھڑا زمانے دی کوڑی سنگت دے وانگ جاں ساتھ چھوڑ ڈیندے
ابھردے ڈھاندے ہوئے بدن وچ چنھاں کوں چیرن دا زور مکدے
بکا کے کونجاں دے وانگ روحاں
اڈاری کھاندن
انہاں دے سائے تلے چنھاں تے
سیاہ رنگ دا غلاف چڑھدے
ہوائیں روندن چھیروں کرلاٹ شور اٹھدن
اداس کندھیاں توں سر جھکا کے

درخت سہمے ہوئے نظر دن
تے ول محبت تے عاشقی دا جنازہ چوڑدے
چنبے دیاں کلیاں دے ہار وچھدن
چنھاں دیاں لہراں تے کالے بدلاں دے ہنجواں دے نشان پوندن
ہوا دے وچ چانڑی دیاں دھوڑاں
پراں تے سوہنڑی دے روح کوں چا کے
سناھری نندراں دے دیس دے وچ
پچا کے ویدن
اتھاں وی سوہنڑی دی روح کوں آہدن
سکون کے نی۔ قرار کے نی
اتھاں نہیں جان، داء تے لگدی
اتھاں کوئی جیت ہار کے نی
اتھاں نہیں ہنجواں دے موتی
توال کے نی۔ بزار کے نی
اتھاں وچھوڑے داروگ کے نی
کھیں دا اتھ انتظار کے نی

Scanned with CamScanner

دلاں دے غنچے نہیں کماندے
خزاں جو کے نی۔ بہار کے نی
سنڑیاں ہے جھڑینہ دے موسماں وچ
ہمیش سوہنڑی چنھاں تے لہسی
گھڑے کوں ہر وار چا کے ٹھلسی
اینویں اوندی آند، دیندر ہسی
گذردیاں رہسن، ہزاراں صدیاں
چنھاں دیاں لہراں

Scanned with CamScanner

latter desire is allowed to grow too strong, it imposes sever artificial constraints upon the naturalness of expression which should be the poet's chief aim.

One of the many excellences of the collection of poems before you is that it is entirely free of such constraints. Being on the one hand a member of one of Multan's most distinguished families, and on the other, as all who have had the good fortune to spend time in his company will know, a man of extraordinary poetic erudition in many languages. Hasan Riza Gardezi has no need to look over his shoulder to reassure himself that his chosen medium is actually worthy of his art. Instead he addresses us boldly and directly showing himself to be the born poet that he is.

The formal aspect of the poems in the present collection is perhaps something which will excite a good deal of comment. Their rhythmic freedom is an ideal vehicle for the poet's lyrical genius, while being at the same time very carefully controlled by a musical ear which is steeped in the patterns of the past. The resultant style is a very personal one, as hopeful imitators will find to their cost. But it is a style which seems to fit perfectly the present state of the Siraiki poetic tradition, poised as it is between the past and the future.

Such a style could probably only have been evolved by a man whose position and mature years anchor him firmly to the past, but whose keen poetic awareness does not allow him to be immured within it. Indeed this balance, itself a true mark of poetic maturity, is not merely a feature of the style in which these poems are writen, for it lies at the very heat of their content also.

It is no purpose of these brief remarks to undertake the detailed analysis of the richly varied content of the poems included in this collection, since this task has been most ably accomplished by Mr. Ilyas Ishqie in his comprehensive Urdu introduction.

Readers may, however, be assured that they will find in these pages the most varied expressios of a delicate poetic sensitivity, which imparts its individual tone to ever subject which it touches. Particularly fine are those poems in which this

sensitivity, which elsewhere finds its direct expression in a tender lyrical romanticism, dwells upon the miseries of those less fortunately placed in society than the poet. Here the direct appeal of the poetry beautifully bridges the gap between the unthinking acceptance of things as they are so characteristic of the past, and the violent urge to tear apart and start again that may well grow stronger in the future.

Other poems are very different in theme, like the fine elegiace evocation of the past in the Old Fort (No.19), which I personally found particularly effective. Personal preferences for different poems, or for different kinds of poems, will of course differ. But this is a collection which contains something for everyone, as all who read it attentively will be sure to discover for themselves. All who are familiar with Siraiki poetry, past and present will certainly be ready to grant a special place to the name of Hasan Raza Gardezi on the basis of this, his first collection of poems, and will hope for the speedy appearance of another of comparable quality.

C.Shackle.
London University

Scanned with CamScanner

PREFACE

The serious pursuit of an human activity leads sooner or later to a point where old habits and patterns of action are no longer felt to be sufficient or satisfactory. So at this point choices have to be made as to where best to proceed next. The history of the arts in all countries, with their manifold patterns of development, often branching out in quite unpredictable and unforeseen directions, provides a particularly clear instance of this general rule.

The present situation of Siraiki poetry provides an exceptionally good illustration of an artistic tradition which has come to the crossroads of choice. Behind one, stretching for up away into the distance lies the poetry of the past, whose summit is marked by the towering figure of Khwaja Farid But such heights have not been reached again by these later poets who found themselve constrained by the magic of his creation to continue working in the idiom set by him. And, so particularly in recent years, there he grown in Siraiki poetic circles the feeling that the old highway is no longer adequate, and that fresh paths need to be explored. After all, Multan and the neighbouring cities of present day Pakistan are very different places from the Mithankot of eighty years ago.

It is certainly a sign of the health of the present state of the Siraiki poetic tradition that there is no shortage of willing explorers ready to proceed in fresh directions, whether they be guided by the light of the national cultural heritage of Urdu poetry, or by the enticing beacons of experimental modernism characteristic of the English poetry of this century.

At the same time it needs also to be said the strength evinced by this enthusiasm is all too often fallowed by the sense of inferiority induced in its writers by their perception of the present general status of their language. To wish to express oneself in one's native language is both natural and praise-worthy. The desire merely to prove that this language is just as capable as any other, especially those felt to be more advanced, of expressing anything one chooses to say may also be praiseworthy, but it is a good deal less natural. Indeed, if the

Scanned with CamScanner